مضامین کی فہرست

اغلاط نامۂ معذرت نامۂ سقراط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۴	فصل اورکتاب	فصل اور اکتاب	۳۸	۱	تحنت الارض	تحت الارض
۵	۶	پونہی اس	پوسینیئی اُس	۴۰	۱۰	ہیں کرملیتیس	ہیں ملیتیس
〃	۱۱	دمکالمے	دیہہ مکالمے	۴۴	۵	اوربس	اور وآبیس
۹	۱۶	سبائیں	متبائین	۵۱	۱۴	اور سیری	اور اُنہوں نے سیری
۱۰	۳	جنتی	جیتی	۵۵	۱	خوب نیک	خوب اور نیک
۱۱	۶	رخ کرے	رفع کرے	۶۹	۱۶	نہ تولی اور نہ مانگی ہو	لی اور مانگی ہو
۱۴	۳	قدرے نالائق غبی	قدرے غبی	۷۰	۱۷	کہا	کیا
۱۷	۲	فرد کے	فرد	۷۲	۳	حسدہ	چیدہ
〃	۱۶	رکو	کو	۷۶	۱۴	خورہ	خورد
۲۲	۲	ہہو	ہے	۷۷	۱۴	سیاستِ تمدن	التمدن
〃	〃	ترتیی	ترتیبی	۸۲	۸	عذر	غدر
۲۷	۱۱	جلے	جملے	〃	۱۰	نہ تو	نہ
۲۸	۶	موفرانکس	سوفرانکس	۸۹	۱۷	سیکیا	سُکیا
۳۳	۶	سقراط	افلاطون	۹۲	۸	جس	حِس
۳۴	۱۱	کریٹیاس	کریٹیاس کے	۹۵	۹	خود	خود ہیں
۳۶	۳	بھی بہت	بہت				

نوٹ۔ مختلف قرارت کی فہرست ہم نے اِس لئے درج نہیں کی کہ وہ اکثر یونانی الفاظ میں ہیں اور ہمارے دیسی بھائی اُس کو شاید بہت ہی کم یا شاید مطلق پڑھ نہیں سکتے لہذا بیفائدہ ہے۔ مترجم

مترجم کا دیباچہ

افلاطون او سقراط اور ارسطاطالیس وغیرہ یونانی فلاسفروں اور دیگر یونانی مورخوں اور شاعروں وغیرہ کے ناموں سے کون واقف نہیں؟ اور کون ہے کہ اگر اُس کے پاس اُن کی رایوں اور عقائد اور طرز کلام کا ذخیرہ ہو تو بڑے فخر اور تعظیم کے ساتھ اپنی تقریروں اور تحریروں میں اُن کو استعمال نہ کریگا؟ مگر ہمارے ہموطنوں خصوصاً اُردو خواں بھائیوں کی تو یہہ حالت ہے کہ وے اُنکی تواریخ مذہب فلاسفی طرز معاشرت اور طرز کلام اور اُنکے تصنیفات اور اُنکے قلمی نسخوں کی حالت اور متن کی صحت اور سند اور قدامت غرضکہ قریباً ہر ایک پہلو سے ایک گونہ بالکل بے بہرہ ہیں۔ اور نہ ہی وہ اُنکا اور اپنا باہم مقابلہ کر کے کوئی مفید نتیجہ نکال سکتے ہیں مگر ساتھ ہی اس کے میری دانست میں اُنکی بابت واقفیت حاصل کرنے کی خواہش اور شوق بھی کچھ کم نہوگا۔ صرف مشکل یہی ہے کہ اُنکی تصنیفات ہماری اُردو زبان میں ابتک مطلق ترجمہ نہیں ہوئی ہیں پس اس مشکل کو آسان کرنے کی غرض سے اس حقیر نے بیڑا اُٹھایا ہے کہ اُنکی تصنیفات کو اصل یونانی زبان سے اُردو زبان میں معہ بڑے بڑے یورپین محققین کے انٹروڈکشن اور نوٹس کے ترجمہ کر کے اپنے مُلک کو حتی الوسع فائدہ پہنچاوے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کے ضروری سامان مہیا کر لئے ہیں اور کرتا جارہا ہے*

ترجمہ ان کتابوں کا عموماً لفظی ہے اور ہر قسم کی عبارت آرائی اور رنگینی سے قصداً معرا رکھی گئی ہے تاکہ مصنف اور اڈیٹر کے خیالات بلا تصرف حتی الوسع انہیں کے الفاظ میں ناظرین بانمکین پر منکشف ہو جاویں۔ مگر پھر بھی محاورہ کو ہاتھ سے نہیں دیا ہے تاکہ غیر موزون بھی معلوم نہ ہو اور ایسی نایاب کتابوں کی بیقدری نہ ہو اور انکا مطالعہ بند نہ ہو جاوے۔

نوٹس میں ہم نے بہت اختصار کیا ہے۔ اُن نوٹوں کو جو مختلف قراءت یا لفظی تشریح یا قواعد کے متعلق ہیں بالکل چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہمارے دیسی بھائی یونانی زبان اور قواعد سے بالکل ناواقف ہیں اور یہہ انکے لیے مطلقاً مفید نہ ہونگے۔ مگر ہاں جہانتک انکا تعلق تشریح مضمون یا واقفیت عامہ سے ہے انکو ہو بہو پیش کر دیا ہے۔ بلکہ ماسوائے اڈیٹر کے نوٹس کے اور نوٹس بھی زیادہ کر دئے ہیں تاکہ متن کی تفہیم میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہجائے۔ آخر میں ہم نے مختلف قراءت کی صرف ایک مختصر فہرست دی ہے (یہہ قاعدہ کل سلسلہ میں ملحوظ رکھا گیا ہے) تاکہ قلمی نسخوں کا یا عالموں کا باہمی اختلاف بابت مختلف قراءت کے ناظرین پر ظاہر ہو جاوے اور وے بخوبی معلوم کرلیں کہ باوجود اس قدر اختلاف کے بھی اُن مصنفوں کی کتابیں آجتک مستند سمجھی جاتی ہیں اور کہ کوئی قدیم کتاب تحریف لفظی سے محفوظ نہیں ہے مگر پھر بھی مصنف ہی کی تصنیف ہے۔ آخر میں ہم نے مضامین اور تشریح کے متعلق ایک انڈکس ملحق کر دیا ہے تاکہ مضامین کے نکالنے میں دقت نہ ہو۔

آخر میں مَیں اپنے چند بزرگوں اور ہواخواہوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اِس کام میں اِس خاکسار کی بڑی مدد کی اور مجھے کو آمادہ اور دلیر کیا کہ اس کام کو

پورا کروں اُن میں سے سب سے پہلے جناب پادری۔ آئی۔ ایم۔ ویری صاحب ایم۔ ڈی۔ ڈی پرنسپل کرسچن بائز بورڈنگ ہائی سکول لودیانہ ہیں۔ جن کی مہربانی اور کوشش سے جناب پادری اے۔ ایچ گریسولڈ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی۔ پروفیسر فورمن کرسچن کالج لاہور تک میری رسائی ہوئی۔ صاحب موصوف کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بذاتِ خود لودیانہ میں تشریف لا کر میرے اس ترجمہ کی نظرِ ثانی کی اور بہت سے مفید اصلاحات اور اپنی رائے شریف سے ممنون و ممتاز فرمایا اور ساتھ ہی اس کے میں جناب ماسٹر این سی گھوش صاحب بی۔ اے۔ ہیڈ ماسٹر کرسچن بائز بورڈنگ ہائی اسکول لودیانہ کی مہربانی کا از حد شکر گذار ہوں جنہوں نے انٹروڈکشن کی نظرِ ثانی کی اور اپنی رائے سے مشکور فرمایا۔

میں اُن دونوں رایوں کو جو انگریزی میں ہیں ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں جن سے ترجمہ کا اندازہ وہ کر سکتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں درج کی جاتی ہیں۔

مقدمہ کتاب

سقراط کی پیدائش طفولیت و تعلیم

سقراط قبل از مسیح ۴۶۹[1] میں پیدا ہوا تھا۔ اُسکا والد سوفرانسکس ایک آتھینوی سنگتراش تھا اور اُس کی والدہ فائناریٹ ایک قابلہ تھی۔ اُس کے لڑکپن اور جوانی کی بابت کچھ بھی معلوم نہیں ہے لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اُس نے موسیقی[2] اور ورزش کی (جیساکہ اُن میں دستور تھا) تعلیم پائی تھی۔ اگرچہ اُن کہانیوں میں سے جو اُسکے خاص اُستادوں کی بابت مروج ہیں ایک بھی قابل اعتماد نہیں۔ اپنی جوانی میں اُس نے علوم ریاضی و ہیئت و طبعیات کا (اُس لفظ کے یونانی معنوں[3] میں) کسیقدر علم حاصل کیا تھا مگر اُس نے ان مضامین میں سے کسی کا بھی عالمانہ طور پر ہرگز کبھی مطالعہ نہیں کیا اور یہہ اغلب ہے کہ اُس نے اِن کی تعلیم اپنی اوائل عمر میں نہیں پائی تھی۔

اگرچہ مشیت ایزدی نے اُس کو فلاسفی کے ایک نئے زمانہ کے آغاز کرنے کے لئے معیّن کر دیا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو ٹھیک ٹھیک فلسفانہ تعلیم نہ ملی تھی۔ افلاطون تو فی الحقیقت تین مقامات[4] میں بتلاتا ہے کہ پرمینائیڈس جوان نے سقراط پر کیسا ظاہرا اثر

[1] معذرت نامہ ۱۷ د مقابلہ کرو اپلوڈورس کی تصنیف ڈایوگنیس لائرٹیس ۲: ۴۴ [2] کریٹو ۵۰ د [3] یادگار سقراط ۴ کتاب ۷ باب ۳: ۵ فیڈو ۹۶ ا [4] فصل اور کتاب ۱ باب ۴ فصل ۴ [5] تھیٹیٹس ۳ ۱۸۳ سوفا کلس ۲۱۷ ج پرمینائیڈس ۱۲۷ ب زلر اور ڈاکٹر جکسن (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں آرٹیکل پرمینائیڈس) صاحبان کا خیال ہے کہ یہہ ملاقات افلاطون کی ناٹکی فسانوں میں سے ایک ہے۔ المہرٹی اسکے برعکس نتیجہ کی حمایت بڑے زور سے کرتا ہے۔

ڈالدیا تھا کیونکہ کہتے ہیں کہ سقراط کی آتھینے میں اس ایلیاٹی فلاسفر سے ملاقات بھی ہوئی تھی لیکن یہ ملاقات خواہ تواریخاً سچ ہو یا نہ ہو اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ اور ہم بخوبی تصور کر سکتے ہیں کہ آتھینے کا آزاد طریق معاشرت اور مجلسی حالت ہی بہ نسبت کسی ایلیاٹی یا آیونی علم طبعیات کے اسکی عمدہ اُستاد تھی ٭

یہہ کہانی کہ سقراط نے اپنے والد کا پیشہ سیکھا تھا اگرچہ بذاتہ ممکن تو ہی مگر کافی شہادت سے درست ثابت نہیں ہوتی۔ پوسینی اس کہتا ہی کہ میں نے آتھینے میں خوشنما چیزوں کا ایک مجموعہ دیکھا جسے عوام سقراط کا بنا ہوا کہتے تھے لیکن اگر سقراط نے درحقیقت سنگتراشی کا کام کیا ہوتا تو زِنوفن اور افلاطون[1] اور اَرِسٹو فاینس بالضرور اسکا ذکر کرتے ٭

اس کی رسالت کا آغاز یحتمنہ معلوم نہیں کہ سقراط نے اپنا کام کس وقت شروع کیا۔ اُن ملاقاتوں کی تحقیقات سے جو سقراط اور متفرق صوفیوں کے درمیان ہوئیں اور جن کا ذکر افلاطون کی گفتگوؤں میں ہوا ہی (مکالمے اگرچہ تواریخاً سچ نہیں مگر صرف ممکن ہی کہ اُس زمانہ میں ہوئے ہوں) اور اپالوجی (معذرت نامہ) ۱۸ ب کے ساتھ مقابلہ کرنے سے البرٹی نے یہہ نتیجہ نکالا ہی کہ وہ پہلے پہل قبل از مسیح ۴۴۸ء میں اپنی رسالت سے واقف

[1] التمدن ۷ کتاب ب ۲ ۹ ۴ ب میں مراد سقراط سے ہو سکتی ہی جہاں افلاطون آدمیوں کی مختلف جماعتوں کا ذکر کرتا ہی جو اپنے فیلسوف بننے کے لئے بلائے گئے اور اپنی بلاہٹ پر ثابت قدم رہے۔ وہ کہتا ہی کہ نیز اغلب ہی کہ ایک چھوٹی سی گروہ دیگر فنون سے واجباً ہجرت ہو کر اسکی موئید ہو گئی ہی۔ ٹیمون (قریب ۲۷۰ قبل از مسیح) سقراط کو سنگتراش کہتا ہی (ڈایوگینیس لائیرٹیس ۲: ۱۹) ٭

ہوا لیکن بالضرور وہ اسوقت سے پہلے ہی آتھینے کے مختلف طریق معاشرت سے پورا پورا آگاہ تھا۔ افلاطون[1] کا بیان ہی کہ وہ آتھینے سے باہر کبھی نہیں گیا مگر صرف ایک جنگ میں۔ اور یہہ سمجھنا کچھہ مشکل امر نہیں ہی کہ سقراط نے اپنی چینچل اور زبردست طبیعت کے سبب سے بازار اور اکھاڑے کی مجلس میں بہت سے مشغلے بھی حاصل کر لئے تھے ۔

ڈلفی کا کلام الٰہی اُس کو سب سے زیادہ دانا بتلاتا ہی

ایسا معلوم ہوتا ہی کہ سقراط کی مصلح طاقت کو اُسکے دوست خارفن[2] کے سوال کے اُس جواب سے جو ڈلفی[3] کے الہامی کلام نے اسکو دیا تھا خاص ہدایت ملی تھی۔ سقراط ابھی اتھینوی سوسائٹی کے بعض حلقوں میں بالضرور ایک مشہور شخص ہی ہوگا کہ محرک خایرفن نے کلام الٰہی سے یہہ دریافت کیا کہ کیا اُس سے بڑھکر کوئی اور دانا شخص ہی۔ جواب ملا۔ کہ کوئی نہیں۔ اس پر سقراط نے (جیسا کہ اپالوجی سے ظاہر ہی) اپنی ناواقفیت سے آگاہ ہو کر ہر قسم کی مجلسوں میں ہر ایک شخص کو آزمانا شروع کر دیا اور اُنکی نادانی کو ظاہر اور کلامِ الٰہی کی سچائی کو اِس بات کی تحقیق سے ثابت

---

[1] کریٹو ۵۲ ب۔ مقابلہ کرو فیڈرس ۲۳۰ ج "لیکن اے سقراط! تو تو بڑا ہی غیر معین جیسا شخص نظر آتا ہی۔ اور جیسا کہ تو کہتا ہی تو بالکل اجنبی معلوم ہوتا ہی نہ کہ باشندہ۔ ایسا کہ نہ تو شہر کے باہر سرحد تک گیا اور نہ تو مجھے یقین ہی کہ تو دیوار کے باہر بھی سیر کے لئے کبھی گیا"۔ آیون کی کہانی (ڈایوگنیس لائرٹیس ۲: ۲۳) کہ سقراط اور ارخیلاؤس ایک جہاز پر سوار ہو کر ساموس کو گئے تھے خواہ سچ ہو یا نہ ہو۔ ڈاکٹر زلر صاحب اس کو معتبر نہیں سمجھتے۔ اس کے برعکس ابرٹی آیون کی شہادت کو معتبر سمجھ کر اس کو سچ مانتے ہیں۔ اُس یورش کی بابت جس میں سقراط بھی بھرتی تھا دیکھو ۲۸ ء پر حاشیہ۔ [2] معذرت نامہ ۲۰ ء وغیرہ۔ اس واقعہ کی تاریخ کی بابت کچھہ بھی معلوم نہیں ہی۔

کرنے لگا کہ جب اور لوگ بغیر جاننے کے نادان ہیں تو میں تو اس صورت میں بہت زیادہ دانا ہوں کیونکہ میں اپنی ہی نادانی سے واقف ہوں۔ افلاطون اور ارسطاطالیس کی تصنیفات اِس بات کو ظاہر کر رہی ہیں کہ وہ طریقہ گفتگو جسکو سقراط نے اپنی لگاتار مکالمات کے سلسلے کے ذریعہ منکشف کر دیا ہی فلاسفی کی تواریخ میں کسقدر مفید تھا۔

سقراط پر قومودی شاعروں نے حملہ کیا

یہہ اُمید نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ شخص جس کی بلحاظ اپنے پیشے کے عوام میں اسقدر آمد و رفت تھی قومودی شاعروں کے حملوں سے محفوظ رہتا یُوپولِس کے ایک ناٹک میں چند ایک پارے موجود ہیں جن میں سقراط پر چوری کا الزام لگایا گیا ہی۔ اور یہی الزام ارسٹوفانیس نے بھی لگایا ہی لیکن ایک اور پارے سے ظاہر ہوتا ہی کہ اسکا مطلب اور کچھ نہیں مگر صرف یہہ کہ سقراط اس قدر غریب تھا کہ دیانتداری سے اُسکا گذارہ ہونا مشکل تھا۔ مگر قومودی شاعروں نے ۴۲۳ قبل از مسیح میں سقراط پر نہایت ہی سخت حملہ کیا تھا۔ اِپیسی اَس کی کونس میں جس نے اُس سال دوسرے درجہ

اِپیسی اس اور ارسٹوفانیس

کا انعام حاصل کیا تھا اُسکو اہل تصوّر[1] میں سے بالکل نکما قرار دیا ہی لیکن ارسٹوفانیس کی کلاؤڈس میں جس نے اُسی سال اور اُسی موقعہ پر تیسرے درجہ کا انعام پایا تھا سقراط کا بُری طرح مضحکہ اُڑایا گیا ہی اور اُسکو علم طبعی کی ہلکی ہلکی باتوں پر غور کرنے والا اور ایک خطرناک اور صوفیانہ فصیح ظاہر کیا ہی جو سب سے بُری بات

کیا ارسٹوفانیس کے الزام درست تھے

کو بہتر بنا کر دکھلاتا ہی۔ ان الزاموں کا اندازہ کرنے کے لئے جو اُسپر کلاؤڈس میں (جسکو سقراط نے پسند کر لیا تھا گویا کہ اُس میں اُس کے مفتریان

[1] معذرت نامہ ۱۸ ب

کا ذکر ہی لگائے گئے ہیں یہہ ضروری امر ہی کہ سقراط کے طریق اور اُسکی تعلیم کا موازنہ کیا جاوے

سقراط فلاسفر سے بڑھکر ایک مصلح تھا۔ وہ یقین کرتا تھا کہ مجھے اتھینز کے لئے خدا کی طرف سے رسالت ملی ہی

اگرچہ سقراط لائق طور پر فلاسفی کا باپ (یعنی مُوجد یا آغاز کنندہ) کہلایا جا سکتا ہی تو بھی وہ خود تو فلاسفر نہ تھا بلکہ اخلاقی مصلح اس کو کامل یقین تھا کہ میں آتھینے والوں کو چھٹکارا دینے کے واسطے بھیجا گیا ہوں۔ وہ اپنے معذرت نامہ میں کہتا ہی کہ پس اب ای آتھینے والو! یہانتک تو میں نے اپنے ہی مقدمہ کی بابت تقریر کی مگر اب تمہارے مقدمہ کی بابت تقریر کرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھہ پر فتوی دینے کے سبب سے خدا کی اُس نعمت کے گنہگار ٹھہر جاؤ جو اُس نے تم کو عنایت کی ہی۔ لیکن شاید تم انوٹس کا کہا مان کر مجھے یہ جیہ قتل کرڈالو اور تب اپنی باقی عمر سو رہو۔ بجز اس کہ خدا اپنی محبت سے تمہارے لئے دوسرا رسول بھیجے۔ سقراط سمجھتا تھا کہ آتھینوی تدابیر ملکی اور آتھینوی زندگی میں بہت ایک بڑی غلطیاں ہیں۔ اور بذریعہ کلام الہی اور خوابوں کے" اور مرضی الہی کے دیگر ہر ایک ظہور کے ذریعہ بار بار اُس کے ذہن پر یہہ نقش ہو گیا تھا کہ لوگوں کو اس بات کی تعلیم دیکر اُس کی تصحیح کرنی میرا فرض ہی۔

اس نے معلوم کر لیا کہ آتھینوی تدابیر ملکی اور زندگی کی برائیاں بسبب جہالت ہیں

عمدہ طبیب کی طرح وہ سب سے پہلے مرض کے سبب کی تفتیش کرنے پر مستعد ہوا۔ اس مرحلے کو طی کرنے میں اُسے بڑی دقت پیش نہ آئی۔ کیونکہ اُس نے اُس بالترتیب ملاقات کے سلسلہ میں جس کے واسطے خدا نے اُسکو بذریعہ کلام الہی بلایا تھا معلوم کر لیا کہ کل اہل آتھینے علم سے بالکل بے بہرہ

ہیں۔ اُن کی رائیں مثل دیگر تمام رایوں کے جو محض سند اور اجماع پر مبنی ہیں وضاحت اور صفائی سے بالکل معرّا ہیں (یعنی) وہ نہ تو صاف صاف تصور کی گئی اور نہ معقول طور پر بیان کیجاتی ہیں۔ اور سقراط نے یہ معلوم کر لیا کہ علم سے مراد صاف طور پر سوچنا اور صحیح طور پر شرح کرنے کی طاقت ہے۔ اِس طرح سے سقراط نے آتھینوی زندگی کی تمام بُرائیوں کو اپنے ہموطنوں کی نادانی سے منسوب کیا جو اُن میں گھر کر گئی تھی اور باتیں بھی اسی امر کو ظاہر کرتی تھیں یعنی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ علم جو جہالت کا پورا پورا نقیض ہے حرفت کے تمام دائرہ میں درست کارروائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے مثلاً لائق بڑھئی وہ ہے جو بڑھئی کا کام جانتا ہے علم موسیقی کا جاننا موسیقی دان بناتا ہے اور طبیب وہ ہے جو ادویات سے واقف ہو۔ اور علیٰ ہذا القیاس۔ علاوہ بریں اغلب ہے کہ سقراط پر اس حقیقت کا بھی اثر ہوا ہوگا اُس نزدیکی تعلق سے جو نیکی اور علم کے درمیان ہے اُس کے بعض بڑے بڑے ہمعصر صوفی[1] اُس سے پہلے ہی واقف تھے۔ گورگیاس اور پروٹاگورس بھی نیکی کی بابت اپنے اپنے درسوں کے ذریعہ بغیر اس بات کے تسلیم کرنے کے کہ نیکی علم کی مترادف نہ سہی کم از کم اُس کے موافق تو ہے تعلیم دینے کا دعویٰ نہ کر سکتے۔ مگر شاید سقراط کی رائے نے اُس کے اپنے ہی تجربہ کی حقیقتوں سے استحکام پایا تھا۔ اُسکا خیال تھا کہ علم فوراً عمل میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اور یہ محض عقل کا معاملہ نہیں بلکہ کل انسانیت کا۔ وہ اُس اندرونی جنگ سے جو اُس کی اپنی قوت ممیزہ اور مرضی یعنی فرض اور خوشی کی بنائیں

[1] دیکھو فائڈون کے آخر میں نوٹ مترجم۔

اور محرک قوتوں کے درمیان تھی اس قدر ناواقف تھا کہ اُس نے اِس بات کو ناقابلِ ادراک تصور کیا کہ کوئی شخص بھلائی کو معلوم اور مقبول کرکے دیدہ دانستہ بُرائی کا مرتکب ہو۔

اُسکا علاج علم ہے

سقراط کی تشخیص اُس مرض کی نسبت جو آتھینوی زندگی کو ضبتی چلی جارہی تھی ایسی ہی تھی۔ اور علاج بھی ظاہر تھا۔ اور وہ یہہ تھا کہ اگر زندگی کے معاملات میں اور ایسا ہی فنون میں نادانی غلط فعل کا موجب ہوتی ہے تو ہم اس سے یہہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ علم کا حاصل درست فعل ہوگا۔ یا دوسرے لفظوں میں اگر نادانی بدی ہے تو ہم تصور کرسکتے ہیں کہ علم نیکی ہے۔ یہہ سقراط کے نظامِ اخلاقی کی اصلی تعلیم ہے۔

نہ عالم کا علم جو ناممکن ہے بلکہ فن معاشرت کا علم

مگر آتھینے کے لوگوں نے سقراط کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ اُس نے اپنے ہموطنوں کے دلوں میں علم کا پود لگانے میں کس طرح عمل کیا؟ سب سے پہلا قدم جو اُس نے اُٹھایا یہہ تھا کہ اُس کل اور اکیلے حلقہ کو رفع کردے جس میں علم حاصل کرنا بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ یعنی طبعیات یا نیچرل فلاسفی کا حلقہ۔ زینوفن کہتا ہے کہ سقراط نے اَوروں کی طرح نہ تو کبھی کل کی خاصیت پر گفتگو کی اور نہ اس بات کی تحقیق کی کہ کاسماس (یعنی دنیا) جیساکہ صوفی لوگ اسکو موسوم کرتے ہیں کس طرح ہستی میں آئی یا کن لازمی اسباب کے ذریعہ مختلف ظہوراتِ سماوی واقع ہوتے ہیں۔ برعکس اس کے اُس نے یہانتک ثابت کردیا کہ وے جو ایسے مضامین کا مطالعہ کرتے ہیں بیوقوفوں کی طرح عمل کرتے ہیں۔" سقراط یہہ خیال کرتا تھا کہ جب تک ہم انسان کی بابت کافی علم حاصل نہ کرلیں ایسے مضامین کا مطالعہ کرنا جن کی حقیقت کو ہم نہیں

پہنچ سکتے محض تضیع اوقات ہی جبکہ قدیم طبعیات دانوں کے وحشی اور ناموافق قیاسات سے اظہر ہی۔ اس سرگرم مصلح نے بڑی غیرت میں آکر اپنے ہموطنوں کو اخلاقی معاملات کی تعلیم دینے کی سعی کی۔ اور یہہ وہ صیغہ ہی جسکا ہر ایک نتیجہ زندگی پر براہ راست اثر رکھتا تھا +

اس کی تحصیل کے لئے پہلا اور ضروری امر یہہ ہی کہ تقریرات کے متواتر استعمال کے ذریعہ علم کی لغو خاطر جمعی کو بیخ کرے

لیکن چونکہ ذہن انسان محض ایک خالی تختیاں ہی نہیں ہیں بلکہ بے حقیقت علم کے تفکرات سے پر ہیں لہذا لائق اُستاد تو پہلے اس عیب کو دُور کر لیتا ہی بعینہ جیسے لائق مصور تصویر کھینچنے سے پہلے اپنے کپڑے (کینویس) کو صاف کر لیتا ہی۔ سقراط نے اس محنت طلب مگر ضروری کام کو بڑی تقریری استعداد اور بعض اوقات بڑی خوشی کے تلازمہ سے پورا کیا۔ وہ عموماً سادہ دلی سے علم اخلاق کے کسی نہایت عام خیال کی تعریف پوچھا کرتا تھا اور جب اکثر بڑی دقت کے ساتھ ایک تعریف معین ہو جاتی (دقت کے ساتھ اس لئے کہ منطق ابھی شروع ہی تھا) تو وہ اُس میں اُن اسباب کی تلاش کرتا تھا جن سے یہہ تعریف غلط ثابت ہو جاتی تھی۔ اور وہ اپنے مخاطب کو اُس کے اپنے ہی مُنہہ سے متبائن ثابت کر دیتا تھا۔ سقراط کی تقریر ایک صورت میں خاصکر بڑی دق کرنیوالی تھی۔ اور وہ یہہ تھی کہ وہ اپنی تمام تحقیقات میں ناواقف بنکر حیران

سقراط کی ہجو ملیح

کر دیتا تھا لیکن ساتھ ہی اس کے اِسبات کی کوشش کرتا تھا کہ اُس کے مخاطبین جان لیں کہ باوجود منکر ان کے وہ اس کی بابت درحقیقت سب کچھ جانتا ہی یہہ کہنا دشوار ہی کہ کہانتک سقراط اپنی ناواقفی کے اعتراف کرنے میں درست تھا۔ بالیقین جب وہ صوفیوں کے ساتھ گفتگو کرتا تھا تب تو اُس کی ناواقفی کا اعتراف

درست نہ ہوتا تھا مگر جب اپنے دوستوں سے گفتگو کرتا تھا تو وہ یقیناً درست ہوتا تھا۔ اگر ہم افلاطون کی بات پر اعتماد کریں تو ظاہر ہوتا ہی کہ بہت کم اشخاص تھے جو سقراط کی نسبت زیادہ ژرف نگاہی سے جانتے تھے کہ انسان کیسا کم جان سکتا ہی اور اُس تھوڑے کو بھی جاننا کیسا مشکل ہی۔ لیکن خواہ یہہ کچھ ہی کیوں نہ ہو یہہ تو یقینی امر ہی کہ سقراط کی اس ہجو نیچ نے اُس کے بہت سے دشمن پیدا کر دیئے تھے۔ اِس ہجو بلیغ کو پوشیدہ کرنے کی اُس نے حتی الوسع کوشش تو کی مگر اُس کے اسی ہنر نے جس سے کہ اُس نے اپنے دشمن کو بیہودہ ثابت کر دیا تھا اُس کے اعلیٰ علم پر شہادت دی +

سقراط کے طریقہ میں اس ہنر کا واضح خیال کسی اَور بیان سے بخوبی طور پر ذہن میں نہیں آسکتا جیسا سقراط کے بعض مکالموں کے مطالعہ سے آتا ہی۔ شاید سب سے عمدہ مثال اس کی وہ ہی جو زینوفن کی کتاب یادگار سقراط ۱۴ : ۲ میں محفوظ ہی۔ اور ایک اور کتاب (جو اگرچہ غالباً کم مستند ہی) اور جو نیز قریباً ویسی ہی عمدہ ہی سو افلاطون کی ایلسی بایڈیز (۱) ہی۔ اول الذکر مکالمہ میں سقراط یوتھوڈیمس کو ترغیب دیتا ہی کہ عدل کا بیان کرے یوتھوڈیمس بتلاتا ہی کہ بے انصافی کی مثالیں جھوٹ بولنا۔ فریب دینا۔ بدسلوکی کرنی آزاد شخص کو غلام بنا لینا ہی۔ اسپر سقراط معقول مثالوں کے ذریعہ اپنے دوست سے مجبوراً یہہ تسلیم کرواتا ہی کہ بعض بعض حالتوں میں ان چاروں میں سے ہر ایک امر فی الحقیقت راست ہی۔ اور پھر تاکہ اُس جوان کو بالکل حیران اور پریشان کر دے وہ اس معقول رائے کو بالکل دور کر دیتا ہی کہ دو گنہگاروں میں سے جو ایک دیدہ دانستہ

یوتھیڈیمس کے ساتھ اُسکی گفتگو

اور دوسرا وہ جو نادیدہ دانستہ گناہ کرتا ہو دیدہ دانستہ گناہ کرنے والا بدتر ہی کیونکہ نادیدہ دانستہ گناہ کرنیوالا حقیقت میں زیادہ تر راستی ہو۔ اسپر یوتھوڈیمس بڑا مبدل ہوگیا۔ اور کہنے لگا کہ ای سقراط! تم خیال کرو کہ میں کیسا افسردہ خاطر ہوگیا ہوں جبکہ میں دیکھتا ہوں کہ میری تمام پہلی محنتیں اس قابل نہ رہیں کہ اُس مضمون کی بابت جس کی نسبت ضرور تھا کہ میں اُس کی حقیقت سے بخوبی واقف ہوتا ایک سوال کا جواب بھی نہ دے سکا اور اگر میں بہتر بننا چاہوں تو نہیں جانتا کہ کونسا طریقہ اختیار کروںؔ۔ سقراط پر اس فریاد سے بڑا اثر ہوا اور یوتھوڈیمس کو اُس نے ترغیب دی کہ اُس کتبہ کی فرمانبرداری کرے جو ڈلفی کے مندر پر ہی۔ اور کہ اپنے آپ کو جاننا سیکھے یعنی یہہ جاننا کہ میرا زور اور کمزوری کس بات میں ہی۔ اس گفتگو کے آخر میں یوتھوڈیمس کی نئی فروتنی کا ذکر ہی (جو اس میں اُس وقت اِس گفتگو سے پیدا ہوگئی تھی)۔ وہ اُداس مگر با امید ہوکر روانہ ہوگیا یہہ سمجھکر کہ جس ہاتھ نے مجھے زخم لگایا ہی وہی مجھے شفا بھی بخش سکتا ہی۔

اُن میں سے بہتوں نے جنہوں نے سقراط کے ساتھ گفتگو کی غصہ میں آکر اُس کو چھوڑ دیا

اُن میں سے بہت جن کا سقراط کی تقریر سے ناک میں دم آگیا تھا غصہ میں آکر اُس کی صحبت سے کنارہ کش ہوگئے اور اُس پر بدخلاقی کے انبار لگانے لگ پڑے جس نے ایک دن اُن کو آدبا تا تھا اور ایسے لوگ رک بھی نہیں سکتے۔ حالانکہ اب بھی راستباز اور معزز لوگ نقصان اُٹھاتے ہیں جبکہ کوئی شخص یہہ ظاہر کردیتا ہی کہ اُن کے نہایت عزیز دستورات اور عقائد بہت اکثر کیسے سبک اور محض مانے ہوئے ہیں۔ نہ تو بچے آتھینیوی بالکل نالائق ہی تھے جبکہ

اُنکے ذہن سقراط کی طرز تقریر سے بجائے محرک ہونے کے منجمد ہوگئے۔ اور نہ شاید اُن کے لئے اچھا ہی تھا کہ اصلی رائے کی بیقراریت کو چھوڑ دیتے جب تک کہ اُنکو علم کے محکم چٹان پر عمارت بنانے کے لئے صبر اور فرصت ملتی۔ سقراط نے اُن کو "قدرے نالائق غبی" سمجھ کر چھوڑ دیا اور پھر اُنکی بابت کبھی فکر نہ کی +

مگر اوروں نے اپنی نادانی سے واقف ہوکر تعلیم پانیکی آرزو کی

مگر جب اُسکے مخاطب نے کوئی کینہ نہیں بلکہ عمیق حلیمی بہ ایک بہتر اور شریف زندگی کی سنجیدہ خواہش کے محسوس کی اور جب اُس نے سقراط کے بعض درسوں میں یہہ سنکر کہ وہ اپنی پہلی زندگی سے بڑھکر ترقی نہیں کرسکتا وہ کچھ محسوس کیا جو اُسی بیاڈیز نے محسوس کیا تھا (لیکن وہ بیفائدہ تھا) تو سقراط نے اپنے دوست کو فوراً اُس طرف ہدایت کی جہاں کہ علم دستیاب ہوسکتا تھا۔ یہہ سقراط کے طریقہ کی دوسری یا موجبہ صورت ہی +

سقراط اپنے آپ کو معلم نہیں بلکہ متلاشی تصور کرتا تھا

اُن کو تعلیم دیتے وقت جنہوں نے اپنے آپ کو اُسکے سپرد کردیا تھا سقراط نے اپنے آپ کو کبھی باختیار معلم قرار نہیں دیا۔ اور اُس نے صاف صاف کہدیا کہ میرا کوئی بھی شاگرد نہیں۔ اُس نے یہہ سمجھ لیا تھا کہ حق صرف تحقیق مشترکہ ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہی۔ پس اسی سبب سے سقراط کے طریق عمل کے اظہار کے لئے فقرات κοινη βουλευεσθαι (کوئنے بولیو سئے) مشورت مشترکہ κοινη σκοπειν (کوئنے اسکاپائن) مطالعہ عام κοινη ζητειν (کوئنے زیٹائن) تحقیق عامہ συζητειν

رسٹھڈ زیٹائن) ایک ساتھ تحقیق کرنا۔ اور اسی قسم کے اور فقرات بھی اُس کی تصنیفات میں ملتے ہیں علاوہ ازیں چونکہ سقراط کا محض مقصد عقلی تربیت دینے کا نہ تھا مگر اپنے دوستوں کی اخلاقی ترقی اور بہی اس لئے گمان ہیں وہ علاقہ جو اُستاد اور شاگرد کے درمیان ہوتا ہے متعلق ہے جوش وغیرہ عقلی تھا۔ سقراط خود بار بار بعض اوقات تو کچھ شوخی سے مگر عموماً عمیق سنجیدگی کے ساتھ کہتا ہے کہ یہہ ایک قسم کا ایراس یعنی دیوتا ہے۔ افلاطون اس خیال کو اور زیادہ وسعت کے ساتھ بیان کرتا ہے +

سقراطی دیوتا ایراس

اور کہتا ہے کہ یہہ علاقہ دو روحوں کے درمیان ایک اتحاد ہے جس سے خالص اور اعلی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اس علاقہ کی ایک اور صورت بھی ہے جو قابل ذکر ہے۔ اور وہ یہہ ہے کہ چونکہ سقراط مسلسل تشریح کے ذریعہ سے نہیں بلکہ منصفانہ سوالات کے ذریعہ لوگوں کے اندر واقفیت پیدا کیا کرتا تھا اِس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوست کے دل میں سے پوشیدہ علم کو صرف باہر نکال دیا کرتا تھا +

سقراط ایک عقلی قابلہ تھا

اور اِس لئے افلاطون کی تصنیفات میں وہ اپنے آپ کو قابلہ اور اپنے ہنر کو علم قابلہ (یعنی دائی پنا) کہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سقراط اور افلاطون ہر دو یہہ خیال کرتے تھے کہ تعلیم کی تمام خوبی اِس بات میں مشتمل ہے کہ اُن شریف خیالات اور آرزوؤں کو جو ہر ایک شخص کے ذہن میں مخفی ہیں جنا دے (یعنی منکشف کر دے) +

سقراط کے قول کے بموجب جاننا

کسی شئی کو جاننا اُسکی $\lambda o \gamma o s$ یعنی تعریف کو بطریق قیاس معلوم کرنا

(یا علم) ہر ایک شی کے λόγος (لاگاس) یا تعریف کو جاننا ہی اور وہ طریقہ جس سے ہم اِس λόγος تک پہنچ جاتے ہیں ἐπαγωγή (اپاگوگے) یا استقرا ہی۔ اور جیونہی کہ ہم کو یہہ مرتبہ حاصل ہو جاوے تو (جیسا کہ عملی قضیہ میں ہوا کرتا ہی) چاہیئے کہ ہم خاص خاص صورتوں کو اُس کے اندر رکھیں اور اُس کے مطابق عمل کریں۔ اس طرح ہمارے علم کا براہِ راست اثر ہمارے چال چلن پر پڑتا ہی۔ وہ سامان جس سے کہ سقراط کا یہہ استقرائی طریقہ آغاز پکڑتا ہی۔ روزانہ زندگی کے نظارے ہیں۔ اور مختلف دستکاریاں خصوصاً نجّاری اور کفش سازی اُس کی مثالیں ہیں۔ یہہ سقراط ہی کا طفیل ہی کہ افلاطون اور ارسطاطالیس کی تصنیفات میں یہہ آخری مثال اکثر آتی ہی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ سقراط اپنے اِس طریقہ کو عموماً کسی قدر آزادانہ طور پر استعمال کیا کرتا تھا۔ کہ چند ایک خاص باتوں کو چُن لیتا اور وہ بھی بلا ارادۃً اور اکثر عارضی بلکہ غلط نتائج نکالتا تھا۔ مگر یہہ اُن صورتوں میں سے ایک ہی جس سے صحیح طریقہ تو دریافت ہو جاتا ہی مگر اُسپر عمل نہیں ہو سکتا۔ اور ارسطاطالیس واجب طور پر کہتا ہی کہ یہہ سقراط ہی کا فلسفانہ حق ہی کہ اُس نے استقرائی بحث اور عام تعریفات کو آغاز دیا۔

سقراط استقرار کا سب سے پہلا حامی تھا

پس اُس دانائی کا جو سقراط اپنے دوستوں کو سکھلانے کی کوشش کرتا تھا مآل کیا تھا؟ اِس سوال کے جواب سے ہم اِس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ حملہ جو آتھینئی تھوسوڈی شاعروں نے اُسپر کیا تھا کہاں تک راست تھا۔

سقراطی تعلیم کا اصل

سقراطی تعلیم کا مقصد تین حصوں میں منقسم ہوسکتا ہے۔ پہلے خود انسان کی بابت بہ حیثیتِ فرد کے۔ دوسرے انسان کی بابت کہ وہ سلطنت سے کیا نسبت رکھتا ہے۔ تیسرے انسان کی بابت کہ وہ دیوتاؤں سے کیا نسبت رکھتا ہے*

۱۔ بہ حیثیت فرد

پہلے انسان بہ حیثیت فرد کے۔ روح انسانی کی اعلیٰ اور شریف بلاہٹ کے سوائے کوئی اور ایسی بات نہیں ہے جس پر سقراط نے زیادہ اصرار کیا ہے۔ اُسکا قول ہے کہ "اگر کوئی شے انسان کے متعلق ہے تو یہہ ہے کہ انسان کی روح الٰہی روح میں شراکت رکھتی ہے"۔ ہر ایک آدمی کا پہلا فرض اپنی ہی روح کے متعلق ہے۔ سب

روح

سے بڑھکر اُسکو یہہ لازم ہے کہ بہ سبب اُن امراض کے جو اُس کی ذات اپنی ہی روح میں پیدا کرتی ہے وہ اپنی ہی ذات کے ساتھ بدی نہ کرے اور صرف اُسی وقت اُس کا حق ہے کہ وہ دوسروں کو راستبازی کے لئے ترغیب دے اور نصیحت کرے

غیر فانیت

سقراط یہہ نہیں بتلاتا کہ اس زندگی میں بدی کرنے سے ہماری آئندہ زندگی پر اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ اور روح انسانی کی غیر فانیت اُن سوالات میں سے ایک تھا جو سقراط کی نظر میں لاینحل تھے۔ لیکن اگر ہم اس جگہ بھی راستی سے زندگی بسر کریں تو سب سے زیادہ ضروری بات یہہ ہے کہ ہم اپنی ذات کا علم حاصل کریں۔ یعنی اپنے ہی ذاتی

اپنی ذات کا علم

میلانوں اور طاقتوں کا صاف تصور۔ سقراط ڈلفی کے مندر پر کے نوشتہ کے الفاظ γνῶθι σεαυτόν (گنوا تھی ساوٹان یعنی اپنے آپکو جان) ہمیشہ استعمال کیا کرتا تھا۔ اور اس بات کے سمجھنے کی بھی کچھ کم ضرورت نہیں ہے کہ نیکی اجمالاً

نیکی علم سے مشابہ کی گئی ہے

ہے کیا اور منفردہ نیکیاں کیا ہیں۔ سقراط کے نزدیک نیکی اجمالاً علم کے مشابہ ہے اور منفردہ نیکیوں کو وہ مختلف اقسام کے علم سمجھتا تھا۔ مثلاً دینداری اُس امر کا علم ہے جو دیوتاؤں کے نزدیک راست ہے۔ اور عدل اُس امر کا علم ہے جو انسان کے نزدیک راست ہے۔ اور شجاع وہ ہے جو جانتا ہے کہ کونسی شی دہشتناک ہے اور کونسی شی دہشتناک نہیں ہے۔ وقس علیٰ ہذا۔

اس بیان کے نتائج

اِس تعلیم سے کہ نیکی علم ہے سقراط نے چار نتائج نکالے ہیں۔ پہلا یہہ کہ اتحاد تمام نیکی ہے۔ دوسرا یہہ کہ تعلیم کے ذریعہ سے یہہ دوسرے کو پہنچ سکتی ہے۔ دوسرے دو نتائج میں جنکی بالضرور اصلی نہیں بلکہ منطقانہ قدر تصور کرنی چاہئے سقراط اس مشہور تناقض کو جو بظاہر غلط مگر اصل میں سچ ہے برقرار رکھتا ہے کہ کوئی شخص برضامندی گناہ نہیں کرتا اور کہ اگر کوئی شخص کرتا بھی ہے تو جرم اُس کا اُس سے کم ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص بلا قصد گناہ کرتا ہے۔ اور جبکہ نیکی کے اصل معنی کی تحقیق کی اور زیادہ ضرورت پڑتی تھی تو سقراط اکثر اُسکا بیان یوں کیا کرتا تھا کہ وہ بھلائی کا علم ہے

بھلائی کا علم

اور بعض وقت بھلائی کی یہہ تعریف کرکے کہ بھلائی وہ ہے جو مفید ہے اور پھر بعض اوقات کہ بھلائی وہ ہے جو جائز ہے اُس نے اپنی تعلیم کو یا تو فیضرساں یا محض مجلسی صورت دینے کی کوشش کی +

کیا سقراط فیضرساں تھا

مجملاً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سقراط نے لوگوں کو نیکی کی اس لئے کہ وہ نیکی ہے پیروی کرنے کی شاذ ہی ترغیب دی ہے۔ نیکی کو وہ اِس لئے پسند کرتا تھا کہ یہہ اعلیٰ ترین حکمت عملی ہے۔ اور صرف یہہ تصور کر لینا ضروری ہے کہ یہہ اعلیٰ ترین حکمت

عملی ہی نہ اس لئے کہ ہر ایک روح پر اس کا اثر ہوتا ہی بلکہ اس لئے کہ اس سے عارضی فائدے پہنچتے ہیں۔ سقراط کی تعلیم کی دیگر باتوں کے درمیان جہانتک کہ وہ انسان سے اس لئے کہ وہ مجلسی شخص ہی تعلق رکھتی ہی ایک نہایت عجیب بات یہہ ہی کہ وہ دوستی کو سب

دوستی

سے اعلیٰ قدر دیتا ہی۔ دوستی کے یونانی خیال کو اُس نے اور زیادہ وضاحت اور بلند پروازی کے ساتھہ بیان کیا کہ دوستی وضاحت کے ساتھہ سوچنے اور بہتر

دوسرے کا نقصان کرنا

زندگی بسر کرنے کے لئے ایک روحانی اتحاد ہی ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہ دوسرے پہلو کے لحاظ سے اخلاق کے عام یونانی بیرق سے بڑھکر تصور کرتا تھا کہ دوسرے کو نقصان پہنچانا کسی صورت سے درست نہیں ہی پھر اگر بیاہ کے بارے میں اُس کا خیال اپنے اکثر ہموطنوں کے خیال سے بڑھکر نہ تھا تو یاد رکھنا چاہئے کہ

بیاہ کی بات

اُس کے اپنے خانگی امور نہایت ابتر حالت میں تھے۔ اور یہہ ایک یقینی امر ہی کہ وہ عورات کی قابلیتوں کو اپنے ہموطنوں کی بہ نسبت اعلیٰ تر سمجھتا تھا +

۲۔ سلطنت کی نسبت

اب آؤ ہم سلطنت کی نسبت میں سقراط کی تعلیم پر غور کریں۔ اس بات میں کچھہ شک نہیں کہ سقراط جمہوری سلطنت کو ناپسند کرتا تھا۔ وہ اس بات کو بیہودہ

سقراط جمہوری سلطنت کو ناپسند کرتا تھا

تصور کرتا تھا کہ جاہل لوگوں کو تدابیر ملکی میں [illegible] رکھنے کی اجازت دیجاوے۔ اور چاہتا تھا کہ عقلمند شرفا کی حکومت جاری ہو۔

اور عقلمند شرفا کی حکومت کا طلبگار تھا

بموجب اس رائے کے وہ مدبران کو مشورت دیا کرتا تھا کہ وہ فن تدابیر کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ مدبر صرف وہی ہی جو حکومت کرنا جانتا

ہے۔ مگر اُس نے اِس بات سے بھی انکار نہیں کیا کہ اُس امر کی تابعداری کرے جس کو وہ اپنے باطن میں ناراست فیصلے سمجھتا تھا۔ اور جیسا کہ ابھی ذکر ہو چکا ہے وہ اُس بات کو نیک یا راست گردانتا تھا جو جایز تھی۔ اور وہ اُس انتظامِ حکومت کی تابعداری کرنے میں برضامندی مر گیا جس کی حمایت کرنے کے لئے بارہا اُس نے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا۔

۴۔ مذہب

اب ہم سقراط کی مذہبی تعلیم پر غور کرینگے۔ پہلی بات جو قابلِ لحاظ ہے سو یہہ ہے کہ وہ الزام جو اَرِسٹوفانیس نے سقراط پر لگایا ہے کہ وہ دہریہ تھا بالکل بے بنیاد ہے اور نہ اُس نے اپنے مقلدوں کو ڈائناس یا اہل طبعیات کے کسی بت کی پرستش کرنے کی تعلیم دی اجمالاً اس کی تعلیم اوسط درجہ کی درست تھی۔ یہہ سچ ہے کہ اُس نے خدا کی وحدانیت کی

الٰہی ہستی کی بابت

تعلیم دی اور الٰہی ہستی کا یوں ذکر کرتا ہے کہ وہ عقل ہے جو عالم میں ساری ہے اور جو ہمہ جا حاضر عالم الغیب اور ناد یدنی ہے اور جو انسان کی بہتری کے واسطے ہر شئے کا انتظام کرتا ہے۔ مگر یہہ باتیں آ تھینے والوں کو پہلے بھی معلوم تھیں حتّٰی کہ دیندار زِنوفن بھی اس کو درست سمجھتا تھا۔ قاعدہ تھا کہ سقراط بہ نسبت ایک الٰہی ہستی کے "دیوتاؤں" کا معمولی طور پر اکثر ذکر کیا کرتا تھا۔ اور وہ کلام الٰہی اور فال گوئی کی بڑی قدر کیا کرتا تھا۔ اور عموماً اِس بات کی ترغیب دیا کرتا تھا کہ دیوتاؤ

کلام الٰہی اور فالگوئی

کی عبادت مطابق ہر ایک کے ملکی دستور کے ہونی چاہیئے۔ عملاً سقراط خود بھی اِس قاعدہ کو ملحوظِ خاطر رکھتا تھا۔ لیکن یہہ امر کہ کہاں تک سقراط مذہبی

باتوں میں بنی آدم سے بڑھکر تھا زنیوفن کے اُس بیان سے معلوم ہو سکتا ہی جو وہ سقراط کے طریقۂ دعا کی بابت بتلاتا ہی۔ "وہ دعا میں دیوتاؤں سے صرف وہی شے مانگا کرتا تھا جو اچھی تھی کیونکہ وہ خیال کرتا تھا کہ دیوتا لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ کس قسم کی چیزیں عمدہ ہیں" وہ دعا جو فیڈرس کے اختتام پر ہی اُس کی ایک مثال ہی "عزیز پان اور دیگر دیوتا جو اس مقام پر حاضر ہیں بخشدیں کہ میں باطن میں خوبصورت ہو جاؤں اور میرے بیرونی حالات اُس کے حسب حال ہو جاویں جو میرے اندر ہیں میں دانا شخص کو دولتمند سمجھوں۔ میرے پاس اُسی قدر زر ہو جس قدر کہ صاحب اعتدال اُٹھا اور لیجا سکے" ؂

دعا

الغرض سقراط کی تعلیم کا مآل یہی تھا جیسا مذکور ہوا۔ اب ہم اس امر کی تحقیق کرینگے کہ سقراط کی بابت وہ بیان جس کا ارسٹوفاینس نے ذکر کیا ہی اصل میں کہاں تک درست ہی۔ ارسٹوفاینس کی تصور کی تین صورتوں میں سے دو صورتیں تو حقیقی سقراط میں بالکل ندارد ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے ابھی دیکھا سقراط نہ تو بدعتی اور نہ دہریہ تھا اور نہ علم طبعی کا ملاحظہ کنندہ۔ تیسرے الزام پر کہ وہ سب سے بڑی بات کو بہتر بناتا ہی کم از کم ارسٹوفاینس ہی کے بیان سے بہت کچھ کہا جا سکتا ہی۔ سقراط کے درس بلاشک ایک غیر معین میلان رکھتے تھے اور اُس کے اکثر مقولے قدیم مدرسہ کے انخفینیوں کو بالضرور لعید الفہم نظر آتے ہوں گے۔ مگر ارسٹوفاینس نے سقراط پر صرف اسی بنیاد پر ہرگز حملہ نہ کیا ہوگا۔ سقراط کی بابت ارسٹوفاینس

ارسٹوفاینس کی کلاؤڈس سقراط کے اس قدر مخالف نہ تھی

جسقدر کہ عموماً نئے علم کی نسبت تھی

کا بیان کسی شخص (سقراط) کی ہجو کے لئے مبالغہ آمیز تقریر نہیں ہے بلکہ ایک سقراطی) اصول کی بابت یعنی ذوالعقل تحقیق اور ترتیبی اخلاقی تعلیم کا اُصول جسکو صوفیوں نے آتھینز میں داخل اور مشہور کر دیا تھا۔ ارسٹوفاینس نے اُس اصلی

سقراط اس سبب سے کہ وہ اصالتاً صوفیوں سے ناموافق تھا

ظاہری فرق کو جو صوفیوں اور سقراط کے درمیان تھا یعنی کہ اوّل الذکر تو اُجرت لیکر اور سقراط بلا اُجرت لئے تعلیم دیتا تھا نہ سمجھا۔ اور اس سے بڑھکر یہہ بات کہ یا تو وہ اس بات کے دیکھنے میں قاصر رہا یا اُسکو ظاہر کرنا نہ چاہا کہ جبکہ وہ صوفی جو دعوی کرتے تھے کہ ہم نیکی کی تعلیم دیتے ہیں مروجہ خیالوں کو اکثر فروگذاشت کر دیتے تھے اور اُن کی جگہ زیادہ استوار خیالوں کو رواج نہ دیتے تھے تو برعکس اس کے سقراط اُن کو ڈھا دیتا تھا کہ اُس کی بجائے نئی تعمیر کرے اب یہہ سوال کرنا باقی رہ گیا کہ کن وجوہات کے سبب سے ارسٹوفاینس نے گورگیاس اور پروٹاگورس کو نہیں بلکہ سقراط کو اپنا ہدف بنایا؟ اس میں کچھ شک نہیں کہ آتھینز کے لوگ ان کی نسبت

ہجو کے لئے مبالغہ آمیز تقریر کیواسطے چنا گیا تھا بہ سبب اپنی ذاتی بیقاعدگیوں کے

سقراط سے بخوبی واقف تھے۔ ہو سکتا ہے کہ سامعین کے درمیان جنہوں نے کلاؤڈس کے مضامین کو سنا مشہور آدمیوں میں سے بہت کم ہونگے جو اُسکی نکتہ چینی سے محفوظ رہے ہونگے اور باقی لوگ اس وجہ سے کہ وہ اکھاڑے اور بازاریں ہمیشہ آیا کرتا تھا اُس سے بخوبی واقف ہونگے۔ لوگ اُس کو ہرگز نہ بھولتے ہونگے۔ خواہ ہم سقراط کو شکل و صورت کے لحاظ سے خواہ طرزِ معاشرت کے لحاظ سے دیکھیں تو وہ اہلِ آتھینز کے درمیان بالکل لاثانی

آدمی تھا۔ پستہ قد موٹی گردن۔ اور کسی قدر جسیم۔ اُبھری ہوئی آنکھیں۔ اوپر کو پھرے ہوئے ناک اور فراخ نتھنے۔ چپٹا دہن۔ اور موٹے موٹے ہونٹھوں والا شخص۔ وہ شہوت پرستی اور حماقت کا پتلا نظر آتا تھا۔ لباس اور وضع ہر دو کے لحاظ سے وہ غایت درجہ کا بے پروا ہو کر چین بجبیں برہنہ پا اور ناک چڑھائے اپنے مکالمہ کے شکاروں کی تلاش میں گلیوں کے درمیان پھرا کرتا تھا۔ ایک موقع پر اُس نے کالیاس کے گھر میں ایک جلسہ کے روبرو خود ناچ کرنے کے واسطے رنگین وضع اختیار کی تھی اور اپنی اس روش کی حمایت یوں کی کہ ناچ میری جسامت کو گھٹانے کے واسطے ایک صحت بخش ورزش ہے۔ اُس نہایت پُر صنعت زمانہ میں جو دُنیا کو پھر کبھی شاید ہی نصیب ہوا ہے اُس نے خوبصورتی کے بارے میں اُس کی خاصیت اور ہنر ہر دو کی بابت اپنے آپ کو بڑا بے پرواہ ظاہر کیا۔ اُس نے خوبصورتی کی تعریف یوں کی کہ وہ نفع ہے اور اپنے آپ کو خوبصورت کریٹوبیولس کے مقابلہ میں عین یوسف ثابت کیا۔ وقتاً فوقتاً اُس پر ایک عجیب قسم کی محویت طاری ہوتی تھی جس اثنا میں وہ گھنٹوں ایک ہی مقام پر ٹھہرا رہتا اور جسمانی ضروریات اور بیرونی تعلقات سے بیفکر ہو جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ ایک مسئلہ پر چوبیس گھنٹے تک ایک ہی جگہ کھڑا سوچتا رہا۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک شخص جو علاوہ اپنی ان بیقاعدگیوں کے گدھوں اور سناروں اور چماروں اور دباغوں کی بابت ہمیشہ گفتگو کیا کرتا ہو اتھینیوی قومودی شاعروں کے طعن و تشنیع کا موجب نہ ہوا ہو۔ اور سقراط کے مشہور میلان جو وہ عقلمند شرفاء

کی حکومت اور اسپارٹا کی طرف رکھتا تھا اُس تمسخر کا موجب تھے جو آتھینیوں نے
اُس کے اسراف کا کیا۔ میری دانست میں انہیں وجوہات سے ارسٹوفاینس نے
سقراط کو نئے علم کی علامت بنانے کی ترغیب پائی۔ قومودی شاعر ہونے کی وجہ سے
وہ ایسی عجیب صورت سے اغماض نہ کرسکا۔ لیکن خواہ وہ اُس وسیع تفاوت سے
جو سقراط اور صوفیوں کے درمیان تھا آگاہ تھا یا نہ تھا۔ اُس کا یہہ حملہ اِس بُری نیت

اُسکا یہہ حملہ کسی بُری نیت سے نہ تھا

سے نہ تھا کہ سقراط کو اہل آتھینے کی نظر میں موجب تعصب
کا بناوے۔ ورنہ افلاطون سمپوزام میں سقراط اور اُس کے ہجو کنندہ کا یکجا ہرگز ذکر
نہ کرتا۔ اور نہ میں یہہ خیال کرتا ہوں کہ اہل آتھینے اس ناٹک سے بہت متاثر ہوگئے
تھے۔ عموماً وہ لوگ ایسے شخص کو پسند کرتے تھے جس میں کوئی ایسی شئی نہ تھی جسپر تمسخر ہوتا

اور اغلباً اہل آتھینے پر اسکا بہت کم اثر ہوا تھا

اور اس موقع پر کلاوڈس نے صرف تیسرے
ہی درجہ کا انعام حاصل کیا +

۴۲۳ اور ۳۹۹ کے درمیان سقراط کی زندگی میں کوئی واقع قابل بیان نہیں
ہی۔ مگر یہہ واضح ہی کہ اُس نے اپنی بلاہٹ کی پیروی کرکے بہت سے سخت دشمن اور

سقراط کا بیاہ

بعض سرگرم دوست پیدا کر لئے تھے۔ ۴۲۳ کے بعد ہی اُس نے شادی
کرلی کیونکہ ہم زنتیپے کی بابت ارسٹوفاینس کی خاموشی سے یہہ واضح نتیجہ نکال سکتے
ہیں کہ تا حال وہ اُس کی بیوی نہ تھی۔ اور ۳۹۹ میں اُس کا سب سے بڑا بیٹا ابھی لڑکا
ہی تھا (معذرت نامہ ۳۴ د) بعد اُس تمام بیان کے جنکا ذکر ہوا و.. فلاسفر ... کے

لئے ابھی تک ایک عبرت ہی۔ مگر ہمیں یہہ تسلیم کرلینا چاہئے کہ سقراط نے اُسکو کافی موقع نہ دیا۔ کون شخص نہیں چاہتا ہی جیسا کہ لنڈور صاحب کہتے ہیں کہ "وہ اور تھوڑے عرصہ گھر میں رہ سکتا تھا اور اپنے ہی بچّوں کے ساتھ گفتگو کرنی غنیمت سمجھتا جیسا کہ اوروں کے ساتھ کرتا تھا"۔ اِس عرصہ میں سقراط کا عوام الناس کے درمیان

عوام میں اُسکی خدمات

صرف ایک ضروری معاملہ ظہور میں آیا۔ جبکہ ۴۰۶ میں وہ ممبر مجلسوں (ﺫ ﻉ ﻯ ﺭ ﻭ ﻯ ﭺ ﻑ ﺏ ﺭ) [پرُوٹنائیس] کا پریزیڈنٹ تھا تو اُس نے مشتعل شدہ مجمع کے شور و غل کو فرو کیا اور افسروں پر کے ناجائز فتوے پر اعتراض کیا۔ بعدہٗ یہہ تسلیم کیا گیا تھا کہ سقراط اِس معاملہ میں درست تھا۔ دو اَور مواقع پر جب اُس نے تیسوں کے حکموں کا مقابلہ کیا تو تمام صحیح خیال والے آدمی اُس کی طرف تھے۔ یعنی ایک دفعہ تو اُس وقت جبکہ اُس نے اُس فیصلہ کا جو "فنِ الفاظ کی تعلیم دینے" کے برخلاف دیا گیا تھا اُنکا بُن اور حماقت کو منکشف کر دیا تھا اور ایک دفعہ اُس وقت جبکہ اُس نے لیون کو سلامیس سے لا نیکا تاکہ اُس کو آنھینے میں ناواجب سزا دیجائے انکار کیا تھا۔

اُس کے برخلاف تعصب پیدا ہو جانے کے اسباب

مگر ان موقعوں پر سقراط کے شریف سلوک کے عوض میں صاف ظاہر ہی کہ اُس کے بعض ہموطنوں کے دلوں میں اُس کے برخلاف بتدریج ایک بڑا تعصب پیدا ہو رہا تھا اور وے جو اُس کے سوالات سے توڑے مروڑے گئے تھے مع اُن دیگروں کے جن کی زیادہ تر عمیق وجہ تھی عام سبب اُس کے تعصب کے تھے۔ اگر سقراط مدبرانہ زندگی سے صرف احتراز ہی

تدابیر سلطنت سے اسکا تنفر

کرتا تو اہلِ آتھینز اسے بخش دیتے اگرچہ یہہ بات بھی ایسی سلطنت میں جہاں ایسے احتراز کی
علانیتہً یہہ سزا دیجاتی تھی کہ ملکی حقوق ایسے شخص سے چھین لیئے جاتے تھے معیوب نظر آتی۔
مگر اُس کے علانیہ حملوں کا جو اُس نے جہالت کی فوقیت پر کئے تھے نہایت ہی اثر ہوا ہوگا
السی بیاڈیز اور کیریٹیاس کے ساتھ اسکا تعلق کیونکہ وہ تو بالکل راست سمجھے جاتے تھے۔ اور
اُن کے درمیان جو سقراط کے ساتھ اُنس رکھتے بعض ایسے اشخاص تھے جن کو اہلِ آتھینز
بنظرِ حقارت دیکھنے کی وجہ رکھتے تھے۔ السی بیاڈیز کی قابلِ تحسین قوتیں اپنے ہموطنوں
کو فروتن بنانے اور اپنے آپ کو سر فراز کرنے کے واسطے استعمال کی گئی تھیں اور
اُسکا میلان چیدہ آدمیوں کی حکومت کی طرف کیریٹیس نے آتھینز کو خون میں غرق کر دیا تھا۔
سقراط کے دوستوں میں سے چند اشخاص جمہوری سلطنت کے حامی تھے فقرہ
καλος καγαθος (کالاس کاگاتھاس) (خوبصورت اور عمدہ) جو سقراط کا تکیہ
کلام تھا چیدہ آدمیوں کی حکومت پر دلالت کیا کرتا تھا۔ سقراط خود ایک فلسفانہ موجد
تھا۔ اور ایک بیزار شخص جو اس بات کو نامنظور کرتا تھا کہ عوام الناس کسی سلطنت
کے نظم و نسق میں ہاتھ ڈالیں۔ مگر بہت سے فلسفانہ موجدوں کیمانند اُس نے
مختلف قسموں کے چیدہ آدمیوں کی حکومت کی اصلیت کے خیالات کی حمایت کی۔
اب ۳۹۹ میں صرف چار ہی برس ہوئے تھے کہ جمہوری سلطنت کو آتھینز کے
درمیان بڑی ظفر یابی کے ساتھ تھریسی بیولس نے از سر نو قائم کیا۔ اور قریب اتنی
برس کے بعد جیسے ٹھیک اُسوقت جبکہ سکندر فوت ہو گیا اہلِ آتھینز کو ارسطاطالیس

کے برخلاف جو سکندر کا پہلا اُستاد تھا الزام لگا کر اپنے بغض دیرینہ کے نکالنے کا موقع ملا۔ اسی طرح اب اس از سرِ نو بحال شدہ جمہوری سلطنت نے بھی ایک فدیہ طلب کیا اور سقراط سے بڑھ کر کون زیادہ تر موزون فدیہ تھا جو کریٹیس اور السی بیاڈیز کا اُستاد مانا جاتا تھا اور جو خود بھی جمہوری سلطنت کا ایک مشہور دشمن تھا؟ ہر دو حالت میں الزام بے دینی کا تھا۔ یعنی ایک ایسا الزام جس کی ہر زمانہ میں تردید کر لی دشوار رہی خصوصاً عمل کنندہ لوگوں کے روبرو ایک شخص کے لئے جو صرف خیال ہی کرتا ہو جس کے سامنے دینداری اور درست خیالی ہم معنی اصطلاحیں ہیں +

اس کی آزمائش

پس ایسا موقع ہوا کہ ۳۹۹ میں ناگہاں اور بلا کسی ماقبل اطلاع کے سقراط آزمایا گیا۔ اُسکا ملزِم ملیتس تھا۔ یہ شاید اس شاعر کا بیٹا تھا جس کا تمسخر ارسٹوفانیس نے فروگس میں کیا ہے۔ یہ ایک بیہودہ اور جوان آدمی تھا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعروں پر حملے کرنے کے سبب سے سقراط کے برخلاف جوش میں

اس کے ملزم

آیا ہوا تھا اُس کے ساتھ انوٹس اور لوکون بطور مدعی کے شریک تھے۔ مؤخر الذکر کی بابت کچھ معلوم نہیں ہے مگر صرف اتنا کہ وہ زبانی فصحا کا سرگروہ تھا۔ برعکس اس کے انوٹس اُس زمانہ کے نہایت ہی مؤثر اور ہردلعزیز آتھینویوں میں سے ایک تھا۔ اُسکا پیشہ دباغی تھا اور وہ آتھینوی جمہوری سلطنت کا بڑا حامی تھا۔ اور رئیسوں کو پایمال کرنے اور قوم کی حکومت کو از سرِ نو قائم کرنے میں اُس سے بڑھکر کوئی بھی تھرسی بیولس کا رفیق نہ تھا۔ اور اگرچہ وہ صرف برائے نام مدعی تھا

لیکن اصل میں وہ سقراط کے الزام لگانے والوں میں سے نہایت ہی خطرناک تھا۔ اور خصوصاً اُسی کے دباؤ اور جدوجہد سے سقراط پر فتویٰ لگایا گیا تھا۔

از روئے نالشنامہ اسپر الزام لگا تھا (ا) کہ وہ جوانوں کو بگاڑتا ہے

نالشنامہ کے دو ترجمے ہیں ایک تو وہ جو ڈایوگنس لائرٹس (۲: ۴۰) میں اور دوسرا معذرت نامہ میں محفوظ ہے پہلا جو فیوورینس کی سند پر مبنی ہے حسب ذیل ہے "ملیتس بن ملیتس بن پتھیوس نے سقراط بن موفرالسکس بن الوپکیتھی کے برخلاف یوں نوشت کی اور نالشنامہ تحریر کیا۔ سقراط ناراستی کرتا ہے۔ اُن دیوتاؤں کو جنہیں شہر مانتا ہے وہ نہیں مانتا۔ اور دوسرے نئے دیوتاؤں کو داخل کرتا ہے۔ اور جوانوں کو بھی بگاڑ کر ناراستی کرتا ہے۔ تعزیر موت ہے"۔

(ب) اور بیدینی کرتا اور مذہبی اختراعات پیدا کرتا ہے

دوسرے نالشنامہ میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں صرف الزاموں کی ترتیب اُلٹی ہوئی ہے "وہ کہتا ہے کہ سقراط ناراست شخص ہے اور جوانوں کو بگاڑنیوالا ہے۔ اور اُن دیوتاؤں کو نہیں مانتا جن کو شہر مانتا ہے بلکہ اور دیوتاؤں کو" (معذرت نامہ ۲۴ ب)۔

نالشنامہ کا وہ حصہ جو کرون صاحب کے قول کے بموجب اصل میں بڑا ضروری ہے یہہ الزام تھا کہ وہ جوانوں کو بگاڑتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیدینی کا الزام صرف اُسپر اِس لئے لگایا گیا تھا کہ اِس زیادہ تر سخت الزام کو "قانونی استحکام" دیا جاوے۔ زینوفن اور افلاطون نے نالشنامہ کے اُس حصہ کی بہ آسانی تردید کی ہے جس میں اُسپر یہہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ اُن دیوتاؤں کو نہیں مانتا جس کی عبادت اُس کے

الٰہی نشان یا δαιμόνιον σημεῖον ہموطن کرتے ہیں۔ اور نئے دیوتاؤں کے داخل کرنے کا الزام ایک
غلط فہمی پر مبنی تھا جس میں اغلباً منصف شریک نہ تھے۔ وہ الٰہی نشان یا آواز جس کا
سقراط نے اکثر ذکر کیا ہے کہ وہ اسکو کسی ایسے فعل کے کرنے سے روکا کرتی تھی جو اسکو بالضرور
متعصب ثابت کرتی کوئی دیوتا نہ تھا مگر ایک قسم کا μαντική (مانٹیکی) یعنی کلام الٰہی
تھا جو سقراط کے زعم کے مطابق اس کے لئے اور چند دیگروں کے لئے اگر کوئی ہو محفوظ
تھا تاکہ الٰہی حفاظت کا خاص ثبوت ہو۔ قطع نظر اس تمام بیان کے جو اس مضمون پر
لکھے گئے ہیں مجھے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سقراط اپنے الٰہی نشان کو خدا کی طرف سے ایک
خاص مکاشفہ تصور کرتا تھا۔ اور اس بات کی تحقیق کی کچھ ضرورت نہیں کہ خواہ اصالتاً یہہ
حقیقت کی ندا تھی۔ جو مدت دراز کے تجربہ سے پیدا ہوئی تھی یا کانشنس (ضمیر) کی
مانند کوئی اور شئے تھی بقول دیگروں کے۔ کیونکہ وہ شخص جس نے کسی فعل کی اخلاقی
خاصیت کا اندازہ کیا ان دونوں کے درمیان بمشکل امتیاز کرسکا ہوگا۔ اور اس آواز
کے ہونے کی بابت ہوسکتا ہے کہ ڈاکٹر جیکسن کی رائے درست ہو کہ سقراط حس سمع
کے دھوکے میں آگیا تھا۔ کیونکہ افلاطون اس نشان کو اکثر آواز کہتا ہے۔ لیکن چونکہ زینوفن
اسکا ایسا ذکر نہیں کرتا اور اس سبب سے کہ وہ صورتیں شاذ ہوتی ہیں جن میں کہ حس
متخیلات کی وجہ سے دیوانگی پیدا نہیں ہوتی تو ہوسکتا ہے کہ یہہ محاورہ صرف بطور استعارہ
ہو۔۔۔۔ لیکن اگرچہ یہہ صریح امر ہے کہ سقراط اس الٰہی نشان کو دیوتا نہیں سمجھتا تھا
اس لئے اس سے مراد کم از کم ایک مذہبی تجدد تھی اور اس صورت میں یہہ تجدد ان مصنفوں

کو جو سقراط کو اُن حیلوں کی وجہ سے سزا دینی چاہتے تھے جو وہ اعلیٰ نیکی کی بابت رکھتا تھا اور جو ایسے دعوے میں شامل نظر آتی تھی ایک معقول وجہ مل گئی ہوگی - اور نہ اہل آتھینے اِس الٰہی نشان کو برداشت کرنے کی طرف مائل ہوئے ہونگے جبکہ سقراط نے مدبرانہ زندگی بسر کرنے سے احتراز کرنے کا موجب اسی کو پیش کیا - لیکن اصلی الزام جوانوں

جوانوں کو بگاڑنے کا الزام

کو بگاڑنے کا تھا - وہ جرائم جو السی بیاڈیز اور کریٹیاس نے کئے تھے اور نیز وہ بے باکیاں جو اُس کے سرگرم جوان پیروان نے کیں سب کی سب اُسپر عائد کئے گئے - ہو سکتا ہے کہ سقراط کے انصاف کرنیوالوں کے درمیان بھی بعض تھے جو سچ مچ وطن دوست اور تنگ خیال والے لوگ تھے اور جنہوں نے محسوس کر لیا کہ سقراطی طریقہ کا منطقی طرز قدیم آتھینوی زندگی کو بالکل تبدیل کر ڈالنے کے لئے کچھ کم نہیں ہے - ہاں! جنہوں نے جوانوں کو بڑے قلق کے ساتھ دیکھا کہ وے بلند پروازانہ تقریری غرور سے پر ہیں نہ کہ سقراط کی سنجیدگی سے اور قدیم خیالات اور یقین کو جن میں کہ مراتھون کے لوگ پلے تھے جوان کتوں کی طرح پھاڑتے اور چیرتے ہیں - اگر وے جھوٹے اور سچے نبی میں امتیاز نہ کر سکتے تھے اور نہ یہہ جان سکتے تھے کہ آتھینے کا صرف اِسی میں بھلا ہے کہ چال چلن کی بنیاد کی مجالس سے علم تک چھان بین کی جاوے تو وے صرف اسی بات میں اپنی حالت اور زمانہ کے غلام تھے +

اُس کی آزمایش

ایک عدالت کے روبرو جس میں ۵۰۱ ہلیاسٹ ہوتے تھے اُس کی آزمایش ہوئی - مقدمہ کی پیروی میں جو تقریریں کی گئیں اُن کی بابت اُس

بیان سے بڑھکر جو افلاطون کے معذرت نامہ اور زینوفن کی یادگار سقراط سے دستیاب ہو سکتے ہیں ہمارے پاس کوئی اور بیان نہیں ہی۔ زینوفن اور افلاطون کی ایک بے سیاق تالیف ہی۔ یہہ کہنا مشکل ہی کہ آیا (جیسا کہ گروٹ صاحب خیال کرتا ہی) تینوں الزام لگانے والوں میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی تقریروں میں ایک ہی مضمون پر بحث کی ہی یا نہیں یعنی کہ ملیتس نے خصوصاً مذہبی الزام لگائے اور انوٹس نے لوگوں کے ساتھہ ہوکر مدبرانہ الزام جمائے۔ زینوفن عموماً مقدمہ کی طرف صرف بطور نالش کنندہ کے اشارہ کرتا ہی۔ زینوفن کی دانست میں الزام لگانے والوں کی تقریروں میں چار باتیں قابل ذکر معلوم ہوتی ہیں۔ پہلے یہہ مقولہ ہی کہ سقراط نے اِس بات پر لگاتار طعنے دے دیکر کہ منصفان قرعہ اندازی سے چنے جاتے ہیں آتھینے کے قوانین اور حکومت کو اپنے پیرؤں کی نظر میں حقیر بنا دیا۔ یہہ الزام سقراط کی نسبت یکساں سچ اور عزت بخش ہی لیکن دوسرا زیادہ نادرست۔ زینوفن اس بات کا مُقِر ہی کہ سقراط ایک زمانہ میں کریٹیاس اور السی بیاڈیز کا رفیق تھا مگر وہ بخوبی استدلال کرتا ہی کہ یہہ دونوں مشہور آدمی اُس کی صحبت میں اِس لئے اکثر رہتے تھے کہ مباحثہ میں سہولیت حاصل کریں نہ اِس لئے کہ اپنی اخلاقی ترقی کریں۔ جب تک کہ وے سقراط کے ساتھہ رہے وے اپنی بُری خواہشوں کو دباتے رہے اور سقراط نے اُن کی جوانی میں اُن کو معتدل بنانے میں کوئی وقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ تیسرے یہہ کہا جاتا تھا کہ سقراط بیٹوں کو اپنے والدوں کے برخلاف اور لوگوں کو اُن کے دوستوں سے باغی کردیتا تھا یہہ اصرار کرکے کہ نفع ہی

مقدمہ کی تقریریں

دوستی اور عزت کی قائم بنیاد ہی۔ زینوفن بتلاتا ہی کہ یہہ بنیاد غلط ہی۔ سقراط کا مقصد اصالتاً
س بات کو ثابت کرنا تھا کہ بیوقوفی اُس وقت بھی جبکہ باپ یا دوست سے ظاہر کیجاوے
ہر صورت میں عزت کے لائق نہیں ہی۔ آخری الزام کا زینوفن نے ذکر کیا ہی اور بھی نادرست
ہی۔ یہ اطمینان کہا جاتا تھا کہ سقراط مشہور شاعروں سے فاسد خیالات اقتباس کر کے
پنے پیروں کو ناراست اور ظالم بن جانے کی تعلیم دیتا تھا۔ ہسیڈ کی وہ سطر جسکو سقراط
نے دیانتدار محنت کی تعریف میں اقتباس کیا تھا کہ

محنت کی ہرگز بدنامی نہیں لیکن بیکاری کی تو بدنامی ہوتی ہی +

عرضی دعویٰ میں اس کی بابت یہہ کہا گیا ہی کہ سقراط اس سطر کو مروڑ مراڑ کر ہر قسم کے
کام کے جواز پر عائد کرتا تھا خواہ وہ کام کیسا ہی ناراست اور بداخلاق کیوں نہ ہوتا۔
سقراط ہومر کی نظم میں سے اُن شعروں کو اقتباس کر کے جن میں یہہ بتلایا گیا ہی کہ اوڈیسیوس
نہر ٹرائے کے مقابلہ پر یونانی فوج کے بے لگام دستہ اور قطار کو سرزنش کر اور مار رہا ہی
س بات پر بھی زور دیا کرتا تھا کہ سلطنت میں علم کو فوقیت دینی چاہیئے۔ اور اس کو اُسی
شخص میں جس کی تمام زندگی کل وجزو کو صفت اخلاقی تعلیم دینے میں گذری جمہوری سلطنت
کے برخلاف خیالات ہونیکا ایک ثبوت گردانا گیا تھا +

سقراط کا عذر

سقراط کے عذر کی صورت اُس کی آزمایش کی خاص خاصیت کے ذریعہ
متعین کی گئی تھی۔ عزت کے (یا ازالہ حیثیت عرفی کے) مقدمہ میں مدعا علیہ پر یہہ واجب
ہوتا تھا کہ پہلے اصلی الزام کی بابت عذر کرے۔ اور اگر وہ اُس میں مجرم ثابت ہوگیا تو

اُس سے یہہ طلب کیا جاتا تھا کہ اُس تعزیر کے مقابل میں برعکس تعزیر تجویز کرے جو ملزم نے طلب کی منصف کا یہہ فرض تھا کہ ان دو تجاویز میں سے کسی کو پسند کرلے۔ اگر ہم افلاطون معذرت نامہ پر اعتبار کریں تو ظاہر ہو کہ سقراط نے موت کے فتوے کے دئے جانے کے بعد تیسری تقریر بھی کی تھی جس میں اُس نے آزمائش کے ڈھنگ کی نظر ثانی کی اور موت کے مقابل میں اپنی امید ظاہر کی +

کیا افلاطون معذرت نامہ تاریخی ہی؟ یہہ اب دریافت نہیں ہوسکتا کہ سقراط کا معذرت نامہ کہانتک اُن تقریرات سے مشابہت رکھتا ہی جو بذاتہٖ سقراط کی زبان سے نکلیں۔ یہہ بخوبی ظاہر ہی کہ سقراط نے اپنے الٰہی نشان کی فرمانبرداری میں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی تیاری نہیں کی۔ اور کوئی شخص یہہ یقین نہیں کرسکتا کہ افلاطون کا معذرت نامہ فی البدیہہ تقریر ہوسکتی ہی۔ نہایت اغلب خیال یہہ ہی کہ افلاطون نے اِس معذرت کی بڑی بڑی صورتوں کو محفوظ رکھا اغلباً ویسے ہی جیسے تھوسیڈائیڈس اپنی تمام تواریخ میں منتشر شدہ تقریرات کی بابت عمل کرنے کا دعوی کرتا ہی۔ عبارت کی عمدگی اور خوبصورتی اور ہنرمندی کے ساتھ اُسکے حصص کو ایکدوسرے کے بعد رکھنا اور بڑی پُراثری اور عظمت کی باتیں افلاطون نے فراہم کی ہیں۔ مگر معذرت نامہ اپنی خاص صورتوں میں ٹھیک وہی ہی جسکو ہر ایک شخص جانتا ہی کہ اُسی سقراط نے رکھی ہیں جس کا ذکر یادگار سقراط میں ہی۔ اغلب ہی کہ افلاطون نے اِس تقریر کو آزمایش کے بعد فوراً ہی لکھہ لیا جبکہ سقراط کے الفاظ اُسکے ذہن میں ابھی تازہ ہی تھے +

سقراط پر موت کا فتوی لگایا گیا آزمایش کا نتیجہ وہی تھا جس کی امید ہوسکتی تھی۔ سقراط اکثر مغضوب

اتفاق رائے سے مجرم قرار دیا گیا۔ یہہ اتفاق رائے سزائے موت کے لئے بہت تھی۔ اگر سقراط
بغداد روش اختیار کرتا اور اپنے منصفوں کی رحمت کی دہائی دیتا تو وہ رہا ہو جاتا۔ مگر وہ
انتا تھا کہ موت ایسے بچاؤ کے جلال کی ایک ادنیٰ سی قیمت ہی +

صل کلام | معذرت نامہ کا لہجہ اُس بلند پرواز اور بیباک نصیحت کا ہی جو ایک نبی کے ہونٹوں
سے نکلی جس نے اپنے خون سے اپنی گواہی پر مُہر لگائی تھی۔ اُسکے لئے موت جو تیز رفتار اور
بے دُکھ ہی کچھ خطرے کی بات نہ تھی۔ راست آدمی پر نہ تو موت میں اور نہ زندگی میں کوئی
دنہ ہو سکتا ہی۔ چونکہ یہہ آزمائش اُس سفارت کے قریب واقع ہوئی تھی جو سال بسال ڈیلس
طرف ہوا کرتی تھی اور جن کی غیر حاضری میں آ تھینے کے درمیان کسی مجرم کو سزائے موت نہ
بجاتی تھی اسی سئیے فتویٰ اور اُس کی تعمیل کے درمیان تیس دن کا عرصہ پڑگیا تھا۔ اس اثنا
ں سقراط قید کے درمیان اپنے دوستوں سے ملتا رہا اور آگے کی طرح اُنکے ساتھ نیکی اور
بلک زندگی پر گفتگو کرتا رہا۔ بچاؤ کے اُس موقعہ سے جو کریٹیاس تقاضۂ محبت نے اُسکو عطا فرمایا
تھا فائدہ اُٹھانے سے انکار کرکے اُس نے اپنی صداقت اور عدالت کا ایک اور ثبوت دیدیا۔

جیسے وہ بغیر کسی خودنمائی کے دینداری اور بیخوفی میں زندگی بسر کرتا تھا وہ موت تک بنا رہا۔
یسے جلیل انجام پر افسوس کرنیکی کوئی بھی وجہ نہیں ہی۔ شاید یہہ اُسکی قسمت میں تھا اور جسکو افلاطون بھی
بسا ہی خیال کرتا ہی کہ وہ شخص جسنے لوگوں کو مجلس اور اختیار کی بیڑیوں سے رہا کرنے اور اُنکو غاریں سے
نکال کر دن کی صاف روشنی میں لیجانے میں جد و جہد کی اُنہیں لوگوں کے ہاتھ سے ہلاک ہو جنکے بچانیکے
لئے وہ آیا تھا ... ایسی قسمت پر کسکو اعتراض ہوگا جسنے سقراط کو ایسی پاکیزہ اور بلند پرواز وفات اور ہمکو معذرت نامہ

[illegible]

معذرت نامۂ سقراط

حصّہ اول فیصلے سے پہلے

(تقریر اول)

ابواب ۱ سے ۲۴

مقدمہ کتاب اور ۲ ابواب

۱ اے آتھینے والو مجھ سے فصاحت کی امید مت رکھو مگر صرف یہہ خیال کرو کہ آیا میرے عذر درست ہیں یا نہیں

۱- اے آتھینے والو! جو کچھ کہ میرے مدعیوں سے تم پر اثر ہوا ہو سو مجھے اُس کی خبر نہیں ہیں تو اپنے آپ کو قریباً بھول ہی گیا ہوں - اور وے ایسے ترغیبی طور پر بولتے ہیں - اور جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں اُنہوں نے کبھی ایک بات بھی سچ نہیں کہی - لیکن اُن کی بہت سی لغویات میں سے خصوصاً ایک جس نے مجھے نہایت حیرت میں ڈال دیا ہے یہہ ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ تم کو میری طرف
۲ سے خبردار رہنا لازم ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مجھ سے دھوکا کھا جاؤ کیونکہ میں طرار مقرر ہوں- میں نے خیال کیا کہ یہہ اُنکے لئے نہایت بے شرمی کی بات ہوگی جبکہ وے میرے ذریعہ عملاً

لہ سقراط نے معمولی خطاب اے منصفو اُن ججوں کے لئے محفوظ رکھ چھوڑا تھا جنہوں نے اسکے طرفدار ہو کر فیصلہ کیا تھا ۔ ہنٹر ا د ۴۰ لا و ۴۱ ج

ملامت اُٹھاوینگے جس وقت میں یہہ ثابت کردونگا کہ میں کسی نہج سے طرار مقرر نہیں ہوں۔ مگر اُس حالت میں کہ وے حق گو کو طرار مقرر کہیں۔ کیونکہ اگر اُن کا یہی مطلب ہو تو میں اقرار کرتا ہوں کہ میں اس طرز کا فصیح نہیں ہوں۔ پس جیسا کہ میں کہتا ہوں انہوں نے بھی بہت ہی کم یا مطلقاً کوئی بھی حق بات نہیں کہی۔ لیکن تم مجھہ سے تمام حقیقت سن لوگے۔ ای آتھینے والو! زیوس کی قسم ہو! تم مجھہ سے الفاظ اور محاورات سے آراستہ اور تیار شدہ تقریرات جیسے کہ اُن کی ہیں ہرگز نہ سنوگے۔ بلکہ وہی الفاظ جو فی البدیہہ میری زبان سے نکلینگے۔ کیونکہ مجھہ کو یقین ہو کہ جو کچھہ میں کہتا ہوں راست ہو۔ اور تم میں سے کوئی کسی اور طرح کا خیال نہ کرے کیونکہ ای دوستو! یہہ کسی صورت سے مناسب نہیں کہ میری جیسی عمر کا شخص ایک لڑکے کی مانند اپنی وسیع تقریروں کے ساتھہ تمہارے سامنے حاضر ہو۔ ہاں! اور ای آتھینے والو! میں تم سے خصوصاً یہہ عرض اور منت کرتا ہوں کہ اگر تم مجھے ان باتوں کے وسیلے عذر کرتے ہوئے سنو۔ جیسا کہ بازار میں اور صرافوں کی میزوں[۵۲] پر میرے بولنے کی عادت ہو۔ جہاں پر کہ تم میں سے بہتوں نے مجھے بولتے سُنا ہو اور دیگر مقامات میں بھی۔ تو نہ تو شور کرنا اور نہ متعجب ہوتا۔ کیونکہ حقیقت یوں ہو کہ میری عمر اب ستّر برس کی ہو اور یہہ پہلی ہی مرتبہ ہو کہ

۵۱ اس کی زیادہ تشریح سقراط نے ۱۸ میں کردی ہو کہ فصیح وہ ہو جو سچ بولتا ہو۔ ۵۲ یہہ میزیں صرافوں اور ساہوکاروں کے تختے تھے جنپر وہ نقدی رکھا اور شمار کیا کرتے تھے۔ اور یہہ میزیں بازاروں میں رکھی ہوئی ہوتی تھیں اور یہہ اُن لوگوں کا خاص مرجع تھا جو روزمرّہ کا برتاؤ دیکھنا چاہتے تھے۔

میں عدالت کے رُوبرُو حاضر ہوں[1]۔ پس مجھے اس جگہ کا طریقۂ تقریر بالکل نرالا معلوم ہوتا ہی اور اگر میں فی الحقیقت اجنبی ہوتا تو تم مجھے اُس بولی اور طریق میں کلام کرنے کے سبب سے معاف کر دیتے جس میں میں نے تربیت پائی ہی۔ اور اب بھی میں تم سے واجبًا یہہ عرض کرتا ہوں۔ کیونکہ یہہ مجھے راست بھی معلوم ہوتا ہی۔ کہ میری تقریر کا طریقہ خواہ بُرا ہو خواہ بھلا۔ تم اپنی توجہ کو اِس بات کی طرف مبذول فرماؤ کہ آیا میں درست کہتا ہوں یا نہیں۔ کیونکہ منصف کی خوبی تو یہی ہی جیسے فصیح کی خوبی سچ بولنا ہی۔

میرے مدعی دو قسم کے ہیں یعنی پُرانے اور نئے اور میں پہلے پُرانے مدعیوں کی تردید کرونگا

۲۔ پس ای آتھینیئو! اولًا مناسب ہی کہ میں پہلے تو اپنے پہلی قسم کے جھوٹے الزاموں اور مدعیوں کی بابت اور پھر دوسری قسم کے الزاموں اور مدعیوں کی بابت عذر کروں۔ کیونکہ تمہارے سامنے میرے بہت سے اور پُرانے مدعی گذر چکے ہیں اور اب بہت برس ہو لئے ہیں کہ اُنہوں نے کبھی بھی سچ نہیں کہا جن سے کہ میں آنوٹس اور اُس کے رفقا کی بہ نسبت جو نیز بڑے خوفناک ہیں زیادہ تر ڈرتا ہوں۔ مگر ای دوستو! زیادہ تر ہیبتناک وہی ہیں جنہوں نے تم میں سے بہتوں کو لڑکپن ہی سے اپنے قابو میں کر کے ترغیب دے رکھی ہی اور مجھ پر اُنہوں نے کبھی ایک بھی سچّا الزام نہیں لگایا۔ اور وہ الزام یہہ ہی کہ کوئی دانا شخص بنام

[1] اس سے ظاہر ہی کہ سُقراط قبل از مسیح ۴۶۹ برس میں پیدا ہوا تھا۔ یونانی میں ہی اِپی ڈِکاسٹیری اَن آنا باٹے ناٹے جس کے معنے ہیں "عدالت پر چڑھنا" یعنی اُس تختہ پر چڑھنا جہاں سے مدعی اور مدعا علیہ گفتگو کیا کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہہ اشارہ ہی عدالت گاہ کے مکان کے بلند پُشتے کی طرف جس پر مکان بنا ہوا تھا۔ مگر یہہ عام محاورہ تھا عدالت میں حاضر ہونے کا۔

سقراط ہی جو اجرام فلکی کی بابت غور کرتا ہی اور تحت الارض اشیار کی تحقیق کرتا ہی اور بُری بات کو بہتر بناکر دکھلاتا ہی۔ ای اتھینے والو ایسی جنہوں نے میرے برخلاف شہرت پھیلا دی ہی میرے بڑے خوفناک دشمن ہیں۔ کیونکہ اُن کے سامعین ایسی باتوں کے محققین کی بابت خیال کرتے ہیں کہ وہ دیوتاؤں کو بھی نہیں مانتے۔ اور وے بہت سے ہیں اور مدت سے الزام لگارہے ہیں اور تمہارے ساتھہ ایسی عمر میں گفتگو کرتے رہے ہیں جس میں کہ تم نے خصوصاً اعتبار کرلیا۔ کیونکہ تم اُس وقت لڑکے تھے اور تم میں سے بعض بچے تھے۔ اور جبکہ وہ مجھپر الزام لگارہے تھے تو جواب دینے والا مطلقاً کوئی نہ تھا۔ اور سب سے زیادہ ناگفتنی بات یہہ ہی کہ میں نہ تو اُن کے نام جانتا ہوں اور نہ اُنکی بابت کچھہ کہہ سکتا ہوں۔ ماسوائے ایک قومودی[1] شاعر کے جو اتفاق سے یہاں حاضر ہی۔ لیکن جنہوں نے حقارت اور تعصب سے تمہیں اُسکا لنے کی کوشش کی ہی

[1] یہہ لفظ دو یونانی الفاظ کوموڈیا اور پائیاس یعنی شاعر سے مرکب ہی اور کوموڈیا ایک قسم کے گیت یا نظم تھی جسکا آغاز دایونیسی اس کی اُن عیدوں کے وقت ہوا جو موسم سرما میں ہوا کرتی تھیں لفظ کوموڈیا کے معنی ہیں دیہاتی بیت یا غزل۔ یونان میں اکثر مشاعرا ہوا کرتا تھا اور جو اُس میں اول نکلتا اُسکو انجیروں کی بھری ہوئی ایک ٹوکری اور مے کا ایک کوزہ انعام ملتا تھا۔ اور دستور تھا کہ وہ جو اس قسم کی عیدوں میں حصہ لیا کرتے تھے اپنے چہروں پر مے کی تلچھٹ چپڑا کرتے تھے یا تو اس سبب سے کہ کوئی اُن کو نہ پہچانے یا اس سبب سے کہ اوروں سے متفرق نظر آویں اسی لئے یہہ غزلیں ترغودیا یعنی طرد گوڈیا کے نام سے نامزد ہوگئیں تھیں یعنی تلچھٹ کی غزلیں۔ بعض اس لفظ کو یعنی مے کے کوزے (جو انعام ہوتا تھا) سے مشتق خیال کرتے ہیں جو کامیاب شاعر کو انعام میں ملتا تھا یعنی ناٹکی شاعر (مترجم)

اور وے خود بھی دوسروں سے اُسکائے گئے ہیں۔ وے سب ہی میرے ایسے دشمن ہیں جن کا
مقابلہ کرنا دشوار ہے۔ کیونکہ تو اُن کو اِس جگہ عدالت میں حاضر کرتا اور نہ اُن کی نکتہ چینی کرنی ممکن
ہے۔ بلکہ بالضرور میں اپنا عذر کرتے ہوئے گویا سائے سے لڑنے والا ٹھہرونگا اور ایسے
سوالات کا مستفسر جن کا مجیب کوئی نہ ہو۔ پس (جیسا کہ میں کہتا ہوں) تم بھی تحقیق
جانو کہ میرے مدعی دو قسم کے ہیں یعنی ایک تو وہ جنہوں نے اب مجھ پر الزام لگایا ہے اور ہ
دوسرے قدیم جن کی بابت میں ذکر کر رہا ہوں۔ اور یقین جانو کہ مجھے پہلے اُن کے برخلاف
۱۹ عذر کرنا ضروری ہے کیونکہ تم نے بھی پہلے انہیں کی سماعت کی ہے۔ اور وہ میرے موجودہ
مدعیوں کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔ خیر! اے آتھینے والو! ضرور ہے کہ میں عذر کروں
اور اُس تعصب کو جو تمہارے دلوں میں عرصہ مدید سے ہے اِس مدتِ قلیل میں نکالدوں۔
کاشکہ! یہہ باتیں یونہی ہوں۔ اگر وہ میرے اور تمہارے لئے بھی مفید تر ہیں۔ اور
کہ میں اپنی معذرت میں کامیاب ہو جاؤں۔ لیکن میں اسکو ایک امر اہم تصور کرتا
ہوں اور ممکن نہیں کہ میں اس کو فراموش کر دوں۔ بہرصورت وہی ہو جو منظورِ خدا
ہو مگر ضروری ہے کہ میں عدالت کی اطاعت اور اپنا عذر کروں +

(سقراط اپنے پہلے مدعیوں کے برخلاف عذر کرتا ہے)

۳ سے ۱۰ باب تک

انہوں نے مجھ پر طبعی امور پر غور کرنے اور سب سے بُری بات کو بہتر بنا کر دکھلانے کا الزام لگایا ہے۔ طبعی دان تو میں نہ ہوں اور نہ تھا

۳۔ پس آؤ ہم ابتدا سے شروع کریں
اور دیکھیں کہ وہ کونسا الزام ہے جس نے

سبب سے میری بابت یہہ تعصب پیدا ہو گیا ہی۔ اور جس پر اعتماد کر کے ملیتس نے بھی میرے
برخلاف یہہ نالشنامہ لکھدیا ہی۔ خیر! میرے تہمت لگانے والوں نے کیا کہکر مجھ پر تہمت ب
لگائی ہی؟ پس ضرور ہی کہ میں اُس نالشنامہ کو (جو بقسم لکھا گیا ہی) پڑھوں۔ وہ تو
کچھ اس قسم کا ہی کہ سُقراط نامناسب کام کرتا ہی اور زمین کے نیچے کی چیزوں اور آسمان
کی تحقیق کر کے مداخلت کرتا ہی اور بُری بات کو بہتر بنا کر دکھلاتا ہی اور دوسروں کو بھی
اسی قسم کی باتیں سکھلاتا ہی۔ کیونکہ ارسٹوفانیس کی قوموڈیہ (ناٹک) میں خود تم نے بھی
پڑھا ہی۔ وہاں ایک شخص بنام سقراط کا ذکر ہی جو اِدھر اُدھر اُچھلتا پھرتا ہی اور کہتا ہی کہ ج
میں ہوا میں پرواز کرتا ہوں۔ اور بہت سی ایسی بیہودہ باتیں بکتا ہی جن کی بابت میں
کم و بیش کچھ بھی نہیں جانتا۔ اور اگر کوئی شخص اس قسم کی دانائی رکھتا ہی تو میں اس
دانائی کی بابت بیحرمتی سے ہرگز نہیں بولتا۔ ورنہ میں کہ ملیتس کے اسقدر الزاموں
سے ہرگز بری نہ ہو جاتا۔ کیونکہ ای آتھینے والو! مجھے اِن معاملات سے کچھ بھی سروکار نہیں
ہی۔ اور خود تم ہی میں سے میرے گواہ ہیں اور تم میں سے بہت ایسے ہیں جنہوں نے د
مجھے کبھی نہ کبھی گفتگو کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو سمجھا بجھا بھی
سکتے ہو۔ پس آپس میں سمجھ لو کہ کیا تم میں سے کسی نے کبھی بھی مجھے ان معاملات کی بابت
کم و بیش کہتے سنا ہی؟ اور اِن باتوں سے تم جان لوگے کہ حقیقت کیا ہی۔ اور ان باتوں
کو بھی جو اکثر میں میری بابت کہتے ہیں +

اور نہ میں اجرت لیکر مجلسی اور ملکی خوبی کی تعلیم دیتا ہوں
جیسے گورگیاس اور دیگر متکلم کرتے ہیں۔ میرا اثبات پر فخر کرتا ہوں

۱۴۔ لیکن حقیقت یوں ہے کہ ان باتوں میں سے

کچھ بھی سچ نہیں ہے۔ اور اگر تم نے سُنا ہے کہ میں لوگوں کو تعلیم دینے اور اُن سے روپیہ کمانے
کی کوشش کرتا ہوں تو یہ بھی سچ نہیں ہے۔ درحالیکہ مجھے یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر ۵
کوئی شخص گورگیاس[۱] باشندۂ لیاٹنی اور پروڈیکس[۲] باشندۂ قیوس اور ہپّی اُس[۳] باشندۂ
ایلس کی مانند لوگوں کو تعلیم دینے کے لائق ہو۔ کیونکہ اے دوستو! ان میں سے ہر ایک اس
قابل ہے کہ ہر ایک شہر میں جاکر جو اس لائق ہیں کہ اپنے ہی ہمشہریوں سے علیحدہ ہوکر
جہاں چاہیں شریک ہو جائیں ترغیب دیتے ہیں کہ اپنی ہی مجلسوں سے کنارہ کش ہوکر ۲
ہمارے ساتھ شامل ہو جاویں اور روپیہ دیں اور مزید براں ہمارے شکرگذار رہوں۔
یہاں ایک اور شخص پیر آس سے آیا ہوا ہے جس کی بابت میرا یقین ہے کہ وہ یہیں رہتا ہے
کیونکہ میں اتفاق سے ایک شخص کے پاس چلا گیا جس نے تمام دیگروں کے مجموعے سے

(۱) گورگیاس باشندۂ لیاٹنی واقعہ سسلی پہلے پہل ۴۲۷ قبل از مسیح میں آتھینے کو گیا جبکہ وہ اُس سفارت کا افسر تھا جو سیراقُس کے مقابلہ میں امداد طلب کرنیکے لئے بھیجی گئی تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ آتھینے میں مقیم ہو گیا اور بڑی بڑی اُجرت لیکر یہاں اور دیگر یونانی قصبوں میں لکچر دینے لگ پڑا۔ وہ تھسلے میں سو برس سے زیادہ کی عمر کا ہوکر فوت ہوا۔ اُسکی تصنیف سے ایک جنازہ پر کی تقریر کے بہت سے پارے اور کئی ایک چھوٹے چھوٹے رسالے جو بڑے فصیح ہیں موجود ہیں۔ اور اُن سے فصاحت کا وہ بالمقابل اور مرصع طرز ظاہر ہوتا ہے جسکے لئے گورگیاس مشہور تھا۔ بلحاظ فلاسفی کے وہ دسواسی تھا اور ایلیٹی مدرسہ سے وہی علاقہ رکھتا تھا جو پروٹاگورس ہیراکلیٹی مدرسہ سے رکھتا تھا۔ پروڈیکس باشندۂ قیوس (جو سیمونائیڈس کی جائے ولادت ہے) گورگیاس سے چند سال چھوٹا تھا اور ہم معنی الفاظ اور فقرات کے استعمال کے لئے بڑا مشہور تھا۔ اُس کے طرز کی دلچسپ تضمین کی بابت دیکھو پروٹاگورس ۳۴۰ ا سے ج تک۔ وہ ہر دلعزیز اُستاد تھا اور بڑی اُجرت لیا کرتا تھا۔ اُس کے شاگردوں میں سے ڈیمین اور تھیرامینیس اور یوریپائیڈس اور سوکریٹس تھے یہاں تک کہ سقراط بھی پروڈیکس کو اپنا اُستاد کہتا ہے جیسے اسپاسیا اور ڈایوٹیما کو بھی۔ اگرچہ شاید اُسکا یہی مطلب

بھی بڑھکر داناؤں[۱] پر روپیہ خرچ کردیا ہو یعنی کلیاس بن ہپونکس۔ پس میں نے اُس سے کہا (کیونکہ اُس کے دو بیٹے تھے) کہ اے کلیاس! اگر تیرے دونوں بیٹے بچھیرے یا بچھڑے پیدا ہوتے تو ہم اُن کے واسطے ایسے اُستاد رکھتے اور اُن کو اُجرت دیتے جو اُنہیں اُس خوبی میں جو اُن سے متعلق ہو لائق اور افضل بنا دیتے۔ خواہ وہ سائیس ہوتا خواہ زمیندار لیکن وے تو انسان ہیں اور تو اُن کے لئے کونسا اُستاد رکھنا چاہتا ہو؟ کون شخص اُس خوبی کا اُستاد ہو جو انسانیت سے اور بلدیت سے متعلق ہو؟ میں خیال کرتا ہوں کہ تجھے اپنے دونوں بیٹوں کی بڑی فکر ہو میں نے کہا۔ کیا کوئی ایسا شخص ہو یا نہیں؟ اُس نے جواب دیا۔ یقیناً ہو۔ میں نے پوچھا وہ کون ہو اور کہاں کا ہو اور کیا اُجرت لیکر پڑھاتا ہو؟ اُس نے کہا۔ اے سقراط اُس کا نام یوانیس ہو۔ اور وہ پیرُس کا باشندہ ہو۔ اور پانچ مینا[۲] اُس کی اجرت ہو۔ تب میں نے کہا یوانیس مبارک ہو اگر فی الحقیقت وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱ – ہو کہ وہ اُن کے ساتھ بڑا نہ ملاقات رکھتا تھا۔ ہیرکلیس کی وہ مشہور کہانی جو چھوڑا ہے پر کہی گئی تھی پروڈیکس کے نہایت ہر دلعزیز لکچروں میں سے ایک ہو۔ ہپیتی اُس باشندہ ایلس پروڈیکس کا ہمعصر اور تمام صوفیوں میں سے سب سے زیادہ عالم تھا۔ وہ علم نجوم اور اقلیدس اور حساب اور علم زبان اور موسیقی اور دیوتاؤں کی کہانیو اور تواریخ اور علم قدامت میں اگرچہ درست نہیں تو بھی وسیع دسترس رکھتا تھا۔ اُس نے علم یادداشت کا ایک نظام ایجاد کیا تھا۔

حاشیہ صفحہ ھذا ۱ – اس لفظ کے اصلی معنی ہیں دانا ایک قسم کے فلاسفر تھے جنکا آغاز پانچویں صدی قبل از مسیح میں ہوا تھا۔ وہ اپنے دستور کے موافق شہر بشہر دورہ کیا کرتے تھے اور اُن سب کو جو تعلیم پانا چاہتے تھے تعلیم دیا کرتے تھے اور اُس کے عوض میں بڑا انعام طلب کیا کرتے تھے۔ (مترجم) ۲ – ایک مینا آجکل کے مروج سکے کے حساب سے جبکہ پندرہ روپئے کا ایک پونڈ ہوتا ہو چھیالیس روپئے دو آنہ کا تھا اور پانچ مینا کے دو سو تئیس روپئے ۱۰ آنہ ہوتے ہیں (مترجم)

اس قسم کا ہنر رکھتا ہی اور ایسی تھوڑی سی اجرت پر تعلیم دیتا ہی۔ پس میں بھی اگر اس قسم کا علم رکھتا تو ڈینگیں مارتا اور اُسپر فخر کرتا۔ لیکن اَے آتھینے والو! مجھے تو اس قسم کا علم ہی نہیں ہی*

پس مجھہ سے کیوں حقارت کیجاتی ہی؟ میری دانائی کے سبب سے ڈلفی کے کلام الہی نے ایکدفعہ مجھے سب لوگوں سے بڑھکر دانا قرار دیا

ج - پس شاید تم میں سے کوئی یہہ کہے لیکن اے سقراط! بات کیا ہی؟ تیری
بابت یہہ تہمتیں کہاں سے پیدا ہو گئیں ہیں؟ کیونکہ اگر تو عوام کی بہ نسبت کسی نہ کسی خاص کام میں مشغول نہ ہوتا تو تیری بابت یہہ باتیں اور افواہیں ہرگز نہ اُٹھتیں۔ پس ہمیں بتلا کہ حقیقت کیا ہی؟ تاکہ ہم بلا تامل تیری بابت فیصلہ نہ کر دیں۔ میری دانست میں یہہ
د درست سوال ہی اور میں بھی تمہارے روبرو اس بات کے واضح کر دینے کی کوشش کرونگا کہ وہ کیا بات ہی جس کے سبب میرا یہہ نام مشہور ہو گیا ہی اور مجھہ پر یہہ تہمت لگی ہی۔ اب سنو شاید تم میں سے کوئی خیال کرے کہ میں تمسخر کر رہا ہوں۔ مگر یقین جانو کہ میں تمہیں تمام حقیقت بتلا دونگا۔ کیونکہ اے آتھینے والو میں نے کسی اور سبب سے نہیں بلکہ ایک خاص دانائی کے سبب سے یہہ نام حاصل کیا ہی۔ لیکن وہ کس قسم کی دانائی ہی؟ یہہ وہی دانائی ہی جو انسان کے لئے ممکن ہی۔ ہو سکتا ہی کہ میں حقیقتاً بلحاظ اس دانائی کے دانا ہوؤں۔ لیکن وہ لوگ جن کی بابت میں ابھی ذکر کر رہا تھا بالضرور اُس دانائی کے لحاظ سے دانا ہونگے جو انسانی دانائی سے بڑھکر ہی۔ یا میں نہیں جانتا کہ اُسکا کس طرح بیان کروں۔ کیونکہ میں تو اس کی بابت کچھہ بھی نہیں جانتا۔ اور جو شخص کہتا
ہ ہی کہ میں جانتا ہوں سو جھوٹ بولتا ہی اور مجھہ پر تہمت لگاتا ہی۔ اے آتھینے والو اگر میں

شوخی سے بھی بولوں تو مخل نہ ہوتا۔ کیونکہ جو کچھہ میں کہنے پر ہوں وہ میرا کلام نہیں ہے
بلکہ اُس کا ہے جس کا ذکر میں کرتا ہوں اور وہ تمہارے قابل اعتبار بھی ہے۔ کیونکہ میری اُس دانائی
کی بابت کہ وہ کیا ہے اور کس قسم کی ہے ڈلفی کا دیوتا گواہ ہے۔ اور تم خائریفن[۵۱] کی بابت تو جانتے
ہی ہو۔ وہ تو جوانی سے میرا بھی دوست رہا ہے اور تمہاری گروہ کا بھی۔ اور اس جلاوطنی[۵۲]
میں تمہارے ساتھہ گیا اور پس آ بھی گیا۔ تم یہہ بھی جانتے ہو کہ وہ کس قسم کا شخص ہے اور
اپنے عمل میں کیسا زور آور تھا۔ اور جبکہ وہ ایک دفعہ ڈلفی میں گیا تو کلام ربانی سے دریافت
کرنے میں وہ کیسا دلیر تھا (اور اَے دوستو! میں عرض کرتا ہوں کہ دخل نہ دینا) کیونکہ
اُس نے یہہ دریافت کیا تھا کہ کیا مجھہ (یعنی سقراط) سے زیادہ کوئی اَور دانا شخص ہے؟
تو دیوی نے جواب دیا کہ کوئی نہیں۔ اِن باتوں کی بابت اُس کا بھائی شہادت دیگا کیونکہ
وہ خود تو مر چکا ہے +

---

۵۱ خائریفن سقراط کا ایک بڑا سرگرم دوست تھا اور فلاسفی کا بڑا غیر تمند عالم تھا۔ زنوفن کہتا ہے کہ وہ اُن میں سے ایک تھا جنہوں نے سقراط کی صحبت میں رہنا پسند کیا تاکہ اپنا ہی اخلاقی چال چلن درست کرے اور فصاحت اور قانونی علم حاصل کرے۔ اور الکیتو میں اُسکا لقب چمگادڑ ہے کیونکہ اُسکی آواز بہت پتلی تھی +

۵۲ قبل از مسیح ۴۰۴ میں بعد از اں کہ لیسنڈر نے آتھینز کو سر کر لیا تیس اشخاص کی حکومت شروع ہوئی۔ فی الجملہ پندرہ سو اہل وطن قتل ہوئے اور پانچہزار سے زیادہ جلاوطن ہوئے دوسرے سال بادشاہ پوسینیاس کی وساطت سے جلاوطنوں نے تھریسیبولس کے ماتحت ہو کر اپنے مخالفین کو شکست دی اور آتھینز کو واپس آ گئے +

۱ کلام ربانی کو امتحان کرنیکی غرض سے میٔنے مدبروں کو آزمانا شروع کیا۔ لیکن اگرچہ وہ بھی ویسے ہی نادان تھے تاہم وے اپنے آپ کو دانا سمجھتے تھے۔ مگر میں نے اپنی نادانی کو جان لیا پس اسی لیئے میں اُنسے زیادہ دانا تھا

۱۷- اور اب تم سُنو کہ میں یہہ باتیں کیوں کہتا ہوں کیونکہ ضرور ہی کہ میں تمہیں بتلا دوں کہ کس سبب سے یہہ تہمت مجھہ پر لگ گئی ہی۔ میں نے ان باتوں کو سُنکر اس طرح غور کرنا شروع کیا کہ اس سے خدا کا کیا مطلب ہی؟ اور وہ اُس کی کیا تعبیر کرتا ہی؟ کیونکہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ میں ہرگز دانا نہیں ہوں۔ پس اس کا کیا مطلب ہی جب وہ کہتا ہی کہ میں سب سے زیادہ دانا ہوں؟ یہہ تو ممکن نہیں کہ وہ جھوٹ بولے ورنہ وہ صادق نہیں ٹھہرتا۔ اور میں مدت تک حیران تھا کہ اس کا کیا مطلب ہی۔ تب میں برداشتہ خاطر ہو کر اُس کی تحقیق میں یوں مشغول ہوا۔ میں اُن میں سے جو اپنے آپ کو دانا سمجھتے تھے ایک کے پاس گیا یہہ خیال کر کے کہ شاید اُس جگہ سے میں کلامِ ربّانی کو غلط ثابت کر دونگا اور اُن پر ظاہر کر دونگا کہ یہہ شخص سب سے زیادہ دانا ہے لیکن تو کہتا تھا کہ میں (سقراط) سب سے زیادہ دانا ہوں۔ پس میں نے ایک شخص کو آزمایا (ضرورت نہیں کہ میں اُسکا نام بتلاؤں۔ وہ ایک مدبر تھا جس کی بابت اے آتھینے والو! میں نے تحقیق کر کے مجھہ ایسا ہی پایا) اور اُس کے ساتھہ بات چیت کر کے مجھے یہہ نظر آیا کہ اگرچہ بہت سے لوگ اور خصوصاً وہ خود اپنے آپ کو دانا خیال کرتا تھا مگر نہ تھا۔ تب میں نے اُس پر یہہ ظاہر کر دینے کی کوشش کی کہ اگرچہ تو اپنے آپ کو دانا تصور کرتا ہی لیکن تو تو دانا نہیں ہی۔ پس ایسا کر کے میں نے اُس کو اور سامعین میں سے بہتوں کو اپنا دشمن بنا لیا۔ پس جبکہ میں روانہ ہوا تو میں

اپنی ہی بابت سوچنے لگا کہ میں تو اس آدمی سے زیادہ تر دانا ہوں۔ کیونکہ ہم دونوں میں سے کوئی شخص اُس شے کو نہیں جانتا جو فی الحقیقت عمدہ ہے۔ لیکن وہ سمجھتا ہے کہ میں جانتا ہوں۔ یہاں تک تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اُس کی بہ نسبت کسی قدر زیادہ تر دانا
ہوں کیونکہ جو کچھہ کہ میں نہیں جانتا اُس کے جاننے کا خیال بھی نہیں کرتا۔ وہاں سے میں ۵
اُن میں سے ایک اور شخص کے پاس گیا جو اپنے آپ کو زیادہ تر دانا سمجھتے تھے۔ اور مجھکو کچھہ ویسا ہی نتیجہ معلوم ہوا۔ اِس طرح کر کے میں نے اُس کو بھی اور دیگر بہتوں کو اپنا دشمن بنا لیا۔

تب مینے اپنی آزمایش کا طریقہ جاری رکھا اور شاعروں کو پایا

۷۔ بعد ازاں میں ایک کے بعد دوسرے کے پاس گیا اور یہہ معلوم کر کے کہ روز بروز میرے دشمن بنتے چلے جاتے ہیں میں ناخوش اور رنجیدہ ہو گیا۔ لیکن ساتھہ ہی اس کے مجھے اِس بات کی ضرورت معلوم پڑی کہ سب سے بڑھکر خدا کے حکم کی تعمیل واجب ہے۔ پس میں اُن سبھوں کے پاس گیا جو سمجھتے تھے کہ ہم کچھہ جانتے ہیں اور اِس بات کی تلاش کی کہ کلامِ الٰہی کا کیا مطلب ہے۔ اور اے اتھینے والو! ضرور ہے کہ میں تمہیں حقیقت سے مطلع کر دوں۔ اور مجھے کتے کی[1]

۱؎ کہتے ہیں کہ سقراط کتے کی اور راج ہنس کی اور سال کے درخت کی قسم کھایا کرتا تھا تا نہ ہو کہ دیوتاؤں کی قسم کھانی پڑے۔ لیکن ۱۲ باب ۲۴ ۵ سے ظاہر ہے کہ اُس کی ضمیر دیوتاؤں کی قسم کھانے سے بھی اُس کو نہ روکتی تھی۔ اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ لوگ سبزی اور دیگر میوہ جات مثلاً انار وغیرہ کی قسم بھی کھایا کرتے تھے۔ اِس قسم کی قسموں کو ہیراڈا مانتھوس بارکاس (یعنی ہیراڈا مانتھوس کی قسم۔ یہہ ایک بادشاہ کا نام ہے) کہا کرتے

قسم ہی کہ اصل میں نتیجہ یہہ تھا کہ جب میں نے فرمانِ الٰہی کے بموجب تحقیق کی تو خصوصاً وہ جو دانائی میں شہرۂ آفاق تھے اُس سے قریبًا بالکل بے بہرہ نظر آئے اور وے جنپر بطور عوام نظر کی جاتی تھی تعلیم پانے کے بہت ہی محتاج۔ اب میں اپنی اُس آوارگی کی بابت تم پر منکشف کئے دیتا ہوں جو میں نے کلامِ الٰہی کے بالکل لاردّ ثابت کرنے کے لئے غریب مزدوروں کی طرح اختیار کی کیونکہ میں مدبروں کے بعد ترغودی اور دثورمبی شاعروں[۵] اور دیگروں کے پاس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴۔ تھے اور خیال کیا جاتا ہی کہ یہہ قسم ست جگ میں کھائی جاتی تھی۔ اسکولیاسٹ کہا کرتا ہی کہ ہرا ڈِلمانتھوس اپنی رعایا کو دیوتاؤں کی قسم کھانے نہ دیتا تھا مگر کہا کرتا تھا کہ راج ہنس سے کتّے اور مینڈھے وغیرہ کی قسم کھایا کرو۔ پارفری نے سقراط کے اس طریقہ قسم سے یہہ مطلب نکالا ہی کہ سقراط یہہ خیال کرتا تھا کہ ہر ایک زندہ شے میں ایک عام اور زندگی بخش روح ہی۔ گمان غالب ہی کہ قسم اصل میں کسی نہ کسی حیوانی عبادت سے متعلق تھی مگر اس بات کا ثبوت نہیں ہی کہ یہہ دستور مصر سے آیا تھا۔ حاشیہ صفحہ ہذا [۵] اس قسم کی نظم دیوتا ڈایونیسس کی عبادت میں گائی جاتی تھی اور وہیں سے اِس کا آغاز ہی جہاں سے قومودی نظم شروع ہوئی تھی۔ یہہ نام اغلبًا اُن بہروپیوں کی بکری نما شکل سے ماخوذ ہی جو سوانگ بناکر مجنی گیتوں کو گایا کرتے تھے۔ یہہ گیت دثورمبی نظم سے پیدا ہوئے تھے (اسمتھ صاحب کی قدامتِ رومیاں و یونانیاں آرٹیکل ڈ تھیر میک ترجم) [۵] یہہ ایک قسم کے گیت تھے جو دیوتا ڈایونیسس کی شان میں گائے جاتے تھے اور اسکے ساتھ ناچ بھی ہوا کرتا تھا اور بانسری بھی بجا کرتی تھی اور اِسی سے ترغودی نظم پیدا ہوئی تھی۔ مگر یہہ ناچ اور باجے ترغودی نظم کے ساتھ ساتھ سکندر کے زمانہ تک جاری رہے۔ افلاطون کے زمانہ میں قلینے سیاس اِس قسم کے شاعروں میں سے ایک تھا۔ ڈایونیسس کی دثورمبی نظم بعض اوقات خوشی اور بعض اوقات غم کے مضامین سے پُر ہوتے تھے۔ آریون نے اِسکو خوب عروج دیا تھا۔ اِس کے زمانہ سے پہلے یہہ نظم بڑی وحشیانہ اور بے ترتیب حالت میں مستعمل ہوتی تھی۔ مگر کہتے ہیں کہ اِسی نے رقص مدور کو ایجاد کیا تھا یعنی کہ پچاس آدمی ایک حلقہ بناکر مذبح کے گرد ناچا کرتے اور اس گیت کو سوال و جوابی طور پر گایا کرتے تھے (ایضاً) +

ب یا یہہ خیال کر کے کہ اُس جگہ بخوبی ظاہر ہو جائیگا کہ میں اُن کی نسبت زیادہ تر نا واقف ہوں پس
میں نے اُن کی نظمی کتابوں کو لیا جن کی بابت میں نے خیال کیا کہ اُنھوں نے بڑی محنت
سے طیار کی ہیں ۔ اور تحقیق کیا کہ اُن کا کیا مطلب ہی اور ساتھہ ہی اس کے مجھے یہہ توقع
تھی کہ میں اُن سے کچھہ نہ کچھہ سیکھہ لونگا۔ ای میرے دوستو! مجھہ کو تمھیں حقیقت حال
بتلانے سے شرم آتی ہے مگر بتلانا ضرور ہی۔ کیونکہ جیسا کہنا واجب ہی۔ سامعین میں
سے قریباً ہر ایک شخص اُن مضامین پر جنپر اُنھوں نے محنت شاقہ اُٹھائی ہی اُن سے
ج بہتر تصنیف کر سکتے تھے۔ پس میں نے اس عرصہ قلیل میں اُن کی کتابوں کی بابت
بخوبی جان لیا کہ جو کچھہ اُنھوں نے تصنیف کیا تھا خردمندی کے ساتھہ نہ تھا بلکہ کسی
طبعی طاقت اور الہام سے تھا جیسے غیب دان اور انبیاء کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ
بہت سی عمدہ عمدہ باتیں کہا کرتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ ہم کیا کہتے ہیں۔ یہہ شاعر
مجھہ کو کچھہ ایسی ہی حالت میں نظر آئے اور ساتھہ ہی اس کے میں نے یہہ بھی معلوم کر لیا

---

۵ یونانی میں φυσει (فوسائے) جس سے یہہ مراد ہی کہ شاعر بتلائے ہوئے تصورات کا محض نا واقف حامل ہوتا
ہی۔ مقابلہ کرو آیون ۵۳۴ د جہاں شاعر کا εμφρων (امفرون یعنی حامل) نہیں بلکہ ενθεος (انتھیاس
یعنی خدا میں) اور κατεχομενος (کٹ اخامناس یعنی سکھلایا ہوا) کہلایا ہی جس طرح مقناطیس جو نہ صرف خود
ہی چیزوں کو اپنی طرف کھینچتا ہی بلکہ اُن کو قوت مقناطیسی بھی دیدیتا ہی اسی طرح شاعر بھی اُن لوگوں کو الہام دیتا ہی
جو اُن کی تصنیفات کو نظمی خوش الحانی سے پڑھتا یا عمل میں لاتا ہی۔ افلاطون کسی اور مقام میں کہتا ہی کہ علم عروض
مثل عشق اور نبوت کے ایک قسم کا سودا ہے (یعنی پاگل پن) اور کہ شاعر νους (نوس یعنی عقل) سے خالی
ہوتا ہی اور صرف ادنی درجہ کی خوبیوں پر فخر کر سکتا ہی یعنی اُن خوبیوں پر جو عوام سے متعلق ہیں +

کہ اُنھوں نے اپنی نظمی تصنیفات کی وجہ سے یہہ بھی خیال کر لیا تھا کہ ہم دیگر معاملات میں بھی اوروں سے بڑھکر دانا ہیں۔ مگر وے نہ تھے۔ پس میں وہاں سے بھی روانہ ہوا اور یہہ خیال کیا کہ میں اُن سے بھی گوئے سبقت لے گیا ہوں جیسے مدبروں سے +

۸۔ آخرالامر میں دستکاروں کے پاس گیا | اور دستکار بھی صرف اپنے ہی زعم میں دانا تھے |
مجھے کامل یقین تھا کہ مجھہ کو علم مطلق نہیں ہے اور میں بخوبی جانتا تھا کہ میں اُن کو بہت عمدہ عمدہ باتوں میں ماہر پاؤنگا۔ اور میرا یہہ نشانہ تیر بہدف تھا۔ بلکہ وہ اُن باتوں سے بھی بخوبی آگاہ تھے جن کو میں نہ جانتا تھا۔ یہانتک تو وہ مجھہ سے زیادہ دانا تھے۔ لیکن اے آتھینے والو! مجھے ان میں بھی وہی نقص نظر آیا جو شاعروں اور نیک ہنرمندوں میں تھا۔ کیونکہ ہر ایک اپنے اپنے ہنر میں ماہر ہونے کی وجہ سے گمان کرتا تھا کہ میں دیگر اُمور میں بھی ماہر ہوں۔ اُن کی اِس غلطی نے دانائی کو اُن سے مخفی رکھا۔ پس میں نے کلامِ الٰہی کی بابت اپنے دل سے یہہ دریافت کیا کہ آیا میں اِس بات کو قبول کر لوں کہ جیسا میں اب ہوں ویسا ہی رہوں۔ اور نہ تو اُن کی دانائی سے دانا بنوں اور نہ اُنکی نادانی سے نادان۔ یا دونوں باتیں اختیار کر لوں۔ پس میں نے اپنے آپ کو اور کلامِ ربّانی کو جواب دیا کہ میرے لیئے یہی بہتر ہے کہ جیسا ہوں ویسا ہی رہوں +

۹۔ اے آتھینے والو میرے اِس جرح و قدح | ۱ میں حقارت اور تہمت کا نشانہ ہو گیا۔ میں جاہل تھا مگر لوگ مجھے دانا کہتے تھے۔ مجھے مدبران کے لئے بار دیہہ کا انکی فرصت نہ ملی

کرنے کے سبب میرے بہت سے سخت اور تند دشمن بن گئے جنہوں نے میری بابت یہہ الزامات مشہور کر رکھے ہیں اور مجھے "دانا" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ حاضرین ہمیشہ مجھے اُن باتوں کی بابت دانا تصور کرتے ہیں جن میں مَیں اوروں کو قائل کر لیتا ہوں۔ لیکن اَے دوستو! صرف خدا ہی اصالتاً دانا ہی اور اِس کلامِ ربّانی کا یہہ مطلب ہی کہ انسان کی دانائی کم قدر ہی یا بالکل ہیچ۔ اور ظاہر ہی کہ اس کا مطلب یہہ نہیں ہی کہ سقراط دانا ہی بلکہ یہہ کہ اُسنے میرے نام کو بطور نظیر کے استعمال کیا۔ گویا کہ وہ کہتا ہی کہ اَے لوگو! تم میں سے وہی دانا ہی جس نے سقراط کی طرح جان لیا کہ میری دانائی اصل میں کسی لائق نہیں ہی۔ پس میں ابھی بھی اِدھر اُدھر گشت کرتا رہتا ہوں اور فرمانِ الٰہی کے بموجب ہر ایک آدمی کی جسکو میں دانا تصور کرتا ہوں تحقیق و تدقیق کرتا رہتا ہوں خواہ وہ باشندہ ہو خواہ مسافر۔ اور جب مجھے معلوم ہو جاتا ہی کہ وہ دانا نہیں ہی تو میں خدا کے حکم کے مطابق اُن پر ظاہر کر دیتا ہوں کہ تو تو دانا نہیں ہی۔ اس مشغولیت کے سبب سے مجھے نہ تو شہر کے اور نہ اپنے خانگی معاملات میں کوئی قابلِ تعریف حصہ لینے کی فرصت ہوتی ہی۔ بلکہ میں خدا کی اس خدمت کے سبب سے درجۂ اتم کے افلاس میں مستغرق ہوں*

دولتمند جوان آدمیوں کا ایک گروہ میرے ہمراہ ہونے اور میری تقلید کرنے لگا جس سے سب لوگ اب مجھپر اس بات کا الزام لگاتے ہیں کہ میں جوانوں کو بگاڑتا ہوں

۱- علاوہ ازیں امرا کے جوان لڑکے خصوصاً وے جن کو بڑی فرصت ہوتی ہی یہہ سنکر کہ لوگ آزمائے جاتے ہیں خوش

ہوتے ہیں اور مرضی خود میرے پیچھے آتے ہیں اور بسا اوقات وے خود بھی میری تقلید کرتے ہیں اور دوسروں کو آزما کر خوش ہوتے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ ایسے بہت سے اشخاص اُن کو مِل جاتے ہیں جن کا زعم ہے کہ ہم کچھ جانتے ہیں مگر یا تو بہت تھوڑا یا مطلق نہیں جانتے۔ پس اِس طرح خود اُنہیں کے وسیلے آزمائے جا کر وے بجائے اس کے کہ اُن سے ناراض ہوں مجھ سے ناراض ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سقراط بڑا انفرنٹ اکثیر شخص ہے اور جوانوں کو بگاڑتا ہے۔ اور جب کوئی شخص اُن سے دریافت کرتا ہے کہ وہ کیا کرکے اور کیا سکھا کے جوانوں کو بگاڑتا ہے؟ تو وے لاجواب ہو جاتے ہیں۔ بلکہ جانتے بھی نہیں کہ ہم کیا کہیں۔ اور تا کہ لاجواب معلوم نہ ہوں پیشتر سے وہی الزامات پیش کرتے ہیں جو وے فلاسفروں کے اوپر شروع سے لگاتے چلے آئے ہیں کہ وہ آسمان کی چیزوں اور زمین کے نیچے کی چیزوں پر غور کرتا ہے اور دیوتاؤں کو نہیں مانتا اور بُری بات کو بہتر بنا کر دکھلاتا ہے۔ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ وے اس بات کا اقرار کرنا نہیں چاہتے ایسا نہ ہو کہ ہمارا پردہ فاش ہو جاوے کہ ہم کچھ جانتے ہیں جبکہ وے کچھ بھی نہیں جانتے۔ پس وے مجھے بڑے غیرتمند اور تند اور شمار میں زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور میری بابت بڑی مستعدی سے اور چکنی چپڑی باتیں بنا بنا کر مدت سے اور اب بھی بڑی تنگ و دو کے ساتھ الزام لگا لگا کر تمہارے کان بھر دیئے ہیں۔ انہیں وجہوں سے ملیتس اور انوٹس اور لوکون نے مجھ پر حملہ کیا ہے ملیتس شاعروں کی طرف انوٹس دستکاروں اور مدبروں کی طرف سے اور لوکون

فصحاء کی طرف سے میرے دشمن بن گئے ہیں۔ اور ایسا ہی (جیسا کہ میں نے شروع میں کہا) یہہ بھی بڑے تعجب کی بات ہی کہ میں اس تعصب کو جو تمہارے دلوں میں مدت سے پیدا ہو گیا ہی اس تھوڑی سی مدت میں نکال ڈالوں۔ اے آتھینے والو احقیقت تو یہی ہی جو میں نے تمہارے سامنے بیان کر دی۔ اور میں تم سے بلاکم وکاست سب کچھ بیان کئے دیتا ہوں۔ اور میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسی سبب سے میں نے لوگوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہی۔ اور یہہ اس بات کا بھی ثبوت ہی کہ میں سچ بولتا ہوں اور کہ مجھ پر یہی الزام عائد کئے گئے ہیں اور یہی وجہ ہی۔ اور اگر تم اِن باتوں کی تحقیق اِس ب یا پھر کسی وقت کرو تو ایسا ہی پاؤ گے۔

(سقراط ملیتس کے نالشنامہ کے برخلاف اپنا عذر بیان کرتا ہی)

۱۱ سے ۱۵ باب تک

| ملیتس کہتا ہی کہ میں (سقراط) جوانوں کو بگاڑتا ہوں |

۱۱۔ پس اُن باتوں کی بابت جن کا میرے پہلے مدعیوں نے مجھ پر دعوی کیا ہی تمہارے روبرو صرف اتنا ہی عذر کرنا کافی سمجھتا ہوں۔ لیکن نیک اور محب الوطن ملیتس (جیسا کہ وہ اپنے آپ کو کہا کرتا ہی) اور دیگر مدعیوں کے برخلاف میں اس کے بعد عذر بیان کرونگا۔ یہہ ایک لازمی امر ہی کہ ہم اب اُن کے نالشنامہ کو پڑھیں جیسے ہم نے پہلے مدعیوں کے نالشنامہ کو پڑھا تھا۔ اور یہہ کچھ اس نہج پر ہی۔ وہ کہتا ہی کہ سقراط ناراست شخص ہی اور جوانوں کو بگاڑنیوالا ہی۔ اور اُن دیوتاؤں کو نہیں مانتا جن کو شہر مانتا ہی بلکہ اور دیوتاؤں کو۔ دعوی تو یہہ ہی۔

اور اِس دعوی کے ہر ایک جز کا ہم علیحدہ علیحدہ موازنہ کرینگے۔ وہ کہتا ہی میں جوانوں کو بگاڑتا ہوں اور یوں نامناسب کام کرتا ہوں لیکن ای آتھینے والو! میں کہتا ہوں کہ ملیتس ناراست کام کرتا ہی کیونکہ وہ لوگوں کو ہلکے طور پر عدالت میں پیش کر کے سنجیدہ تمسخر کرتا ہی اور اپنی نسبت جھوٹا دعوی کرتا ہی کہ میں اُن باتوں کی بابت بڑی غیرت اور اُن میں بڑا دخل رکھتا ہوں جن پر اُس نے کبھی بھی فکر نہیں کی۔ اور میں تم پر بھی اِس بات کے منکشف کر دینے کی سعی کرونگا کہ یہہ بات یونہی ہی +

ای ملیتس یہہ ظاہر ہی کہ تو نے کبھی اس بات پر فکر نہیں کی کہ کس طرح اور کس کے ذریعہ جوان لوگ بگڑتے اور ترقی پاتے ہیں

۱۲ سقراط۔ اب تو ملیتس آ! اور ہمیں بتلا کہ کیا یہہ لا بدی امر ہی کہ نہیں کہ جوان حتی الوسع بہتر بنیں ؟

ملیتس (نے کہا) ہاں +

د سقراط (نے کہا) پس اب اُنہیں بتلا کہ کون اُنہیں بہتر بناتا ہی؟ ظاہر ہی کہ تجھے اِس معاملہ میں بہت کچھہ دخل ہی مگر تو نے تو توجہ بالکل ہی نہیں دی۔ کیونکہ جیسا کہ تو کہتا ہی تو نے مجھے تو بگاڑنیوالا معلوم کر لیا اور مجھے ان کے سامنے پیش کر دیا اور مجھہ پر الزام لگاتا ہی۔ لیکن اب آ! اور بتلا۔ اور اِن پر ظاہر کر دے کہ بہتر بنانے والا کون ہی؟ ای ملیتس تو دیکھتا ہی کہ تو اب خاموش ہی اور لاجواب۔ اور کیا تجھے ہرگز شرم نہیں آتی اور کیا یہہ کافی ثبوت اس امر کا نہیں ہی جس کی بابت میں بول رہا ہوں کہ تو نے کبھی بھی اس پر توجہ نہیں دی؟ لیکن ای نیک مرد بتلا کہ کون ان کو بے عیب یا بہتر بناتا ہی؟

۵ ملیتس - قوانین ؟

سقراط - جناب من - میرا یہہ سوال نہیں ہے بلکہ یہہ کہ کون شخص اُن کو بہتر بناتا ہے جس نے پہلے پہل قوانین کا بھی علم حاصل کیا ؟

ملیتس - اے سقراط ! وہ تو منصف (یعنی مجسٹریٹ) ہیں ؟

سقراط - اے ملیتس ! تو کس طرح بولتا ہے ؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ وے جوانوں کو تعلیم دینے اور بہتر بنانے کے قابل ہیں ؟

ملیتس - یقیناً !

سقراط - کیا سب کے سب یا اُن میں سے بعض یا کوئی نہیں ؟

ملیتس - سب کے سب ؟

سقراط - مجھے ہیرے (دیوی) کی قسم ہے کہ تو خوب کہتا ہے - اور فائدہ رسانوں کا شمار بھی بڑا ہے ! اچھا ! کیا تو سمجھتا ہے کہ سامعین بھی بہتر بنا سکتے ہیں یا نہیں ؟

ملیتس - ہاں ! وے بھی بہتر بنا سکتے ہیں ؟

سقراط - اور کیا مدبرین بھی ؟

ملیتس - ہاں ! مدبرین بھی ؟

سقراط - لیکن اے ملیتس ! کیا مجلس کے ممبران بھی مجلس میں جوانوں کو خراب نہیں کرتے ؟ یا وے سب کے سب بھی بہتر بناتے ہیں ؟

ملیتس - ہاں ! وے سب کے سب بہتر بناتے ہیں ؟

سقراط۔ پس ظاہر ہے کہ سوائے میرے تمام آتھینوی نوجوانوں کو خوب نیک بناتے ہیں۔ مگر میں ہی صرف اُن کو بگاڑتا ہوں۔ کیا تیرا یہی مطلب ہے؟

ملیتس۔ یقیناً میرا یہی مطلب ہے۔

ب سقراط۔ تو نے تو مجھے بڑا بدبخت تصور کر رکھا ہے لیکن جواب دے کہ کیا تو گھوڑوں کی بابت بھی ایسا سمجھتا ہے؟ کیا سب کے سب اُنہیں بہتر بنانے والے ہیں اور کہ صرف ایک ہی شخص اُنکو خراب کرتا ہے یا اسکے بالکل برعکس؟ کیا ایک ہی شخص ہے یعنی سائیس یا بہت تھوڑے جو اُن کو بہتر بنانے کے قابل ہیں؟ لیکن کیا بہت سے ہیں جو اگر اُن سے سروکار رکھیں اور اُن کو استعمال کریں تو وے اُن کو بگاڑتے ہیں؟ اے ملیتس کیا تیرا یہی مطلب ہے اور کیا یہہ بات گھوڑوں پر اور دیگر تمام حیوانات پر صادق نہیں آسکتی؟ یہ صورت صادق آسکتی ہے۔ خواہ تو اور انوٹس کہیں یا نہ کہیں۔ کیونکہ

ج یہہ جوانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ صرف ایک ہی شخص تو اُنہیں بگاڑتا ہے لیکن دیگر تمام اشخاص اُنہیں فائدہ پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ اے ملیتس! ظاہر ہے کہ تو نے جوانوں کی بابت کبھی بھی نہیں سوچا[1] اور اس معاملہ میں تیری بے پروائی صاف صاف نمایاں ہے کہ جن باتوں کی بابت تو مجھے عدالت میں لاتا ہے اُن پر خود تو نے کبھی غور نہیں کیا۔

[1] غالباً اس جگہ لفظ [illegible] اور ۲۴ د اور ۵ ج میں [illegible] ملیتس کے نام کی تجنیس لفظی و معنوی ہے نیز دیکھو یوتھوفرون ۲ د میں اور سیاست تمدن ۱۴ ب۔

اگر میں جوانوں کو بگاڑتا ہوں تو یہہ میری مرضی کے برخلاف ہی۔ پس واجب نہ تھا کہ تو مجھے یہاں پیش کرتا

۱۳- اب ای شریف ملیتس! ہم کو بتلا کہ آیا نیک باشندوں میں بے عیب رہنا اچھا ہی یا بُروں میں؟ ای دوست جواب دے کیونکہ میں تجھہ سے کوئی مشکل سوال نہیں پوچھتا۔ کیا بُرے لوگ اپنے ہمسایوں سے بُرا سلوک نہیں کرتے اور نیک لوگ نیک سلوک؟

ملیتس۔ یقیناً +

سقراط۔ پس کیا کوئی ایسا شخص ہی جو اپنے ہم شہریوں سے فائدہ نہیں بلکہ نقصان د
اُٹھانا چاہتا ہی؟ ای نیک صاحب! جواب دیجیے۔ کیونکہ قانون بھی تجھے جواب دینے پر مجبور کرتا ہی۔ کیا کوئی شخص نقصان اُٹھانا چاہتا ہی؟

ملیتس۔ ہرگز نہیں +

سقراط۔ خیر! کیا تو مجھے یہاں اس لیے پیش کرتا ہی کہ میں جوانوں کو ارادۃً یا غیر ارادۃً بگاڑتا اور خراب کرتا ہوں؟

ملیتس۔ بالیقین ارادۃً +

سقراط۔ ای ملیتس! یہہ کیسی بات ہی؟ کیا تو بلحاظ اپنی عمر کے مجھہ سے جو بلحاظ اپنی
عمر کے دانا ہوں زیادہ تر دانا ہی؟ گویا کہ تو نے تو جان لیا کہ بُرے لوگ تو خصوصاً اپنے ه
ہی پڑوسیوں سے ہمیشہ بدسلوکی کرتے ہیں اور نیک آدمی نیک سلوک۔ لیکن میں ایسا بیوقوف ہوں کہ اتنی بات بھی نہیں جانتا کہ اگر کوئی شخص اپنے ہم شہری سے دغابازی کرے تو وہ بھی اس خطرے میں ہی کہ وہی شخص اُس کے ساتھہ بھی بدسلوکی کریگا۔ اور کہ

ہیں اس قدر سخت بدی (جیسی کہ تو کہتا ہی) ارادۃً کرتا ہوں؟ ای ملیتس نہ تو تو اور نہ میں یہہ خیال کر سکتا ہوں کہ کوئی او شخص بھی مجھے اِن باتوں کا یقین دلا سکتا ہی لیکن یا تو میں جوانوں کو نہیں بگاڑتا ہوں یا اگر بگاڑتا ہوں تو ارادۃً نہیں پس
۲ تو بہر دو صورت دروغگو ہی۔ اگر میں بلا ارادۃً بگاڑتا ہوں تو اس جُرم کے سبب سے جو بلا ارادۃً ہی ازروئے قانون تو مجھے یہاں پر پیش کرنیکا مجاز نہیں ہی۔ بلکہ لازم تھا کہ مجھے خلوت میں لیجا کر تعلیم دیتا اور سمجھاتا۔ کیونکہ ظاہر ہی کہ اگر میں آگاہ ہو جاتا تو اُس کام سے جو میں بلا ارادۃً کرتا ہوں باز آجاتا۔ لیکن تُو نے تو میری صحبت سے اور مجھے تعلیم دینے سے بالکل احتراز کیا اور مطلق نہ چاہا۔ بلکہ مجھہ کو اِس جگہ پیش کر دیا جہاں قانون تعلیم دینے کے لئے نہیں بلکہ سزا دینے کے لئے پیش کرتا ہی +

پھر ملیتس کہتا ہی کہ میں دیوتاؤں کو نہیں مانتا اِس امر میں وہ خود متبائن ہی

۱۴ سقراط۔ پس ای آتھینے والو جیسا کہ میں نے کہا یہہ تو ظاہر ہی کہ ملیتس نے اس امر کی بابت
۱ کم و بیش مطلق پرواہ نہیں کی۔ لیکن ای ملیتس! اب ساتھہ ہی ہم کو یہہ بھی بتلا دے کہ تو کس طرح کہتا ہی کہ میں جوانوں کو بگاڑتا ہوں؟ تیرے اِس نالشنامہ سے جو تو نے لکھا ہی ظاہر ہی کہ میں اِس بات کی تعلیم دیتا ہوں کہ ان دیوتاؤں کو مت مانو جنہیں شہر مانتا ہی بلکہ نئے دیوتاؤں کو مانو۔ کیا تیرا یہہ مطلب نہیں ہی کہ میں یہہ باتیں سکھلا کر جوانوں کو بگاڑتا ہوں؟

ملیتس یقیناً میرا یہی مطلب ہی +

سقراط۔ اے ملیتس انہیں دیوتاؤں کے نام سے جن کی بابت اب گفتگو ہو رہی ہے مجھے اور ان شخصوں کو ذرا اور زیادہ وضاحت کے ساتھ بتلا دے۔ کیونکہ مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ تو کس طرح کہتا ہے کہ میں بعض دیوتاؤں کی ہستی پر تو ایمان لانے کی تعلیم دیتا ہوں اور خود بھی دیوتاؤں کی ہستی پر ایمان رکھتا ہوں اور میں مطلق دہریہ ج
تو نہیں ہوں اور نہ یہہ میری غلطی کا موجب ہے۔ اگرچہ میں اُن دیوتاؤں پر ایمان نہیں رکھتا جن پر کہ شہر رکھتا ہے بلکہ غیر دیوتاؤں پر اور یہہ وہی بات ہے جس کا تو مجھ پر الزام لگاتا ہے۔ یا تو کہتا ہے کہ میں مطلقاً نہ تو دیوتاؤں کو خود مانتا ہوں اور نہ دوسروں کو اس بات کی تعلیم دیتا ہوں*

ملیتس۔ میرا یہی تو مطلب ہے کہ تو دیوتاؤں کو مطلقاً نہیں مانتا*

سقراط۔ ملیتس! تو تو بڑا عجیب آدمی ہے! تو کیوں ایسا کہتا ہے؟ کیا میں نہیں و
مانتا۔ جیسے کہ دیگر اشخاص بھی مانتے ہیں۔ کہ آفتاب اور ماہتاب دیوتا ہیں؟

ملیتس۔ اے منصفو! مجھے زیوس کی قسم ہے کہ وہ آفتاب کو پتھر اور ماہتاب کو زمین کہتا ہے*

سقراط۔ اے عزیز ملیتس! کیا تو سمجھتا ہے کہ تو انکساگورس پر الزام لگا رہا ہے؟ اور کیا تو اُن کی تحقیر کرتا ہے اور یہہ سمجھتا ہے کہ یہہ لوگ پڑھنا نہیں جانتے گویا کہ یہہ اس بات سے محض ناواقف ہیں کہ انکساگورس[1] باشندۂ کلاذ زومنے کی کتابیں

[1] انکساگورس باشندۂ کلاذ زومنے اغلباً قریب ۵۰۰ قبل از مسیح میں پیدا ہوا تھا اور قریب ۴۶۳ کے

۵ اِس قسم کی باتوں سے بھری پڑی ہیں؟ اور جوان لوگ اِن کتابوں کو مجھ سے پڑھا کرتے ہیں۔ جنکو وہ بعض اوقات قریباً ایک ایک درہم[1] پر تماشاگاہ سے خرید کر سقراط پر قہقہہ اُڑا سکتے ہیں اگر میں دعوی کروں کہ یہہ تعلیمات میری ہی ہیں خصوصاً جبکہ وہ ایسی بیہودہ باتیں ہیں۔ لیکن ای شریف مرد! کیا تجھے ایسا ہی نظر آتا ہی؟ کیا میں خدا کی ہستی پر بالکل ایمان نہیں رکھتا؟

ملیتس۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ تو ایمان نہیں رکھتا۔

سقراط۔ ای ملیتس! اِن باتوں کا نہ تو کوئی شخص اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ خود تو
۲۷ بھی یقین نہیں کرتا۔ کیونکہ ای اتھینے والو! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہ ازراہِ امتحان مجھ سے پہیلی پوچھتا ہی تاکہ دیکھے کہ دانا سقراط معلوم کرسکتا ہی یا نہیں کہ میں تمسخر کررہا ہوں اور کہ اپنی ہی تقریر میں متناقض ہوں یا یہہ کہ میں اُس کو اور دیگر سامعین کو دہوکا دیسکتا ہوں یا نہیں؟ کیونکہ مجھے ایسا ہی نظر آتا ہی کہ ملیتس اپنے ہی نوشتہ میں خود متناقض

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸۔ آتھینے میں وارد ہوا تھا جہاں وہ پیریکلِس یوری پائیڈس کے ساتھہ دوست بنکر رہا تھا۔ اُسکی تعلیم یہہ تھی کہ ہر ایک شئے ομοιομερη ہی۔ یعنی چہرے چھوٹے ذرّوں سے بنی ہوئی ہی جن میں سے اکثر اپنی قسم میں اپنے اجزائے مرکبہ کے مشابہ ہیں۔ یہہ یونان میں پہلا شخص ہی جس نے ٹھیک ٹھیک طور پر یہہ بتلایا کہ ν ο υ ς (نوس یعنی عقل) علتِ فاعلی عالم کی ہی۔ وہ یہہ بھی کہتا تھا کہ آفتاب پتھر کا دہکتا ہوا ڈھیر ہی جو پیلوپانیسس سے بھی بڑا ہی۔ اور چاند آباد ہی اور اُس میں پہاڑیاں اور گھاٹیاں ہیں۔ پیلوپانیسس کے جنگ کے بعد ہی اسپر بیدینی کا الزام لگایا گیا۔ اسی لئے اُس کو آتھینے چھوڑنا پڑا۔ اور وہ شہر لمپسکس میں جا رہا جہاں قبل از مسیح ۴۲۸ میں فوت ہوگیا۔

حاشیہ صفحہ ھذا [1] قدیم یونانی میں ایک درہم برابر تھا آجکل کے ۹ ۳/۴ آنوں کے (مترجم)۔

یویاکہ وہ کہتا ہی کہ سقراط نہ اس سبب سے کہ وہ دیوتاؤں پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ اس
ببب سے کہ وہ دیوتاؤں پر یقین رکھتا ہی غلطی کرتا ہی لیکن یہہ تو صرف بچّوں کا کھیل ہی

بلکہ وہ یہہ تسلیم کرتا ہی میں دیوؤں کو مانتا ہوں۔ تو وہ بھی تسلیم کرتا ہی کہ میں دیوتاؤں کو بھی مانتا ہوں

۱۵۔ اب ای دوستو! جو کچھ کہ مجھے اسکا مطلب
نظر آتا ہی اُسپر ذرا التعمق کرو۔ ای ملیتس تو
یں جواب دے۔ اور تم (ای آتھینے والو!) میری اُس عرض کو جو میں نے تم سے شروع
ں کی تھی یاد رکھنا اگر میں اپنے معمولی طریقہ پر کلام کروں تو مخل نہ ہونا۔ ای ملیتس ب
ا کوئی ایسا شخص ہی جو انسان کے متعلق اشیاء کی ہستی کا تو یقین کرے مگر انسان کی
ہستی کا یقین نہ کرے؟ ای دوستو جواب دلواؤ اور بے فائدہ خلل انداز نہ ہو۔ کیا کوئی
یسا شخص ہی جو گھوڑوں کی ہستی کا تو یقین نہ کرے مگر گھوڑوں کے متعلق اشیاء کی
ہستی کا یقین کرے؟ یا بانسری بجانیوالوں کی ہستی کا تو یقین نہ کرے مگر بانسری
بجانے کے متعلق اشیاء کی ہستی کا یقین کرے؟ ای معزز دوستو! ایسا کوئی نہیں
ہی۔ اگر تو جواب دینا نہیں چاہتا تو میں تجھے اور ان کو بھی بتلائے دیتا ہوں لیکن
و مجھے اس بات کا جواب دے کہ کیا کوئی ایسا شخص ہی جو دیوتاؤں کے متعلق
شیاء کی ہستی کا تو یقین کرے مگر دیوتاؤں کی ہستی کا یقین نہ کرے؟ ج

ملیتس۔ ایسا کوئی نہیں ہی +

سقراط۔ بڑی خوشی کی بات ہی کہ تو نے ان کی طرف سے مجبور کئے جاکر بمشکل
جواب دیا ہی۔ پس کیا تو نہیں کہتا کہ میں دیوتاؤں کو مانتا ہوں اور اُن کی بابت

تعلیم دیتا ہوں؟ پس خواہ وہ جدید ہوں خواہ قدیم۔ بہرصورت تیرے ہی کہنے کے بموجب میں تو دیوتاؤں کو مانتا ہوں۔ اور اِس بات کی بابت تو نے اِس نالشنامہ میں قسم بھی کھائی ہے۔ لیکن اگر میں دیوتاؤں کے متعلق اشیاء پر یقین رکھتا ہوں تو بالضرور اسکا یہہ نتیجہ ہے کہ میں دیوتاؤں پر بھی یقین رکھتا ہوں۔ کیا یونہی نہیں ہے؟ ہاں یونہی ہے۔ کیونکہ میں یونہی تصور کرتا ہوں اسی لئے کہ تو جواب نہیں دیتا۔ لیکن کیا ہم اِس بات پر ایمان نہیں رکھتے کہ دیوتا یا تو خود الٰہ ہیں یا الٰہوں کے فرزند؟ کیا تو اِس کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں؟

ملیتس۔ یقیناً (میں تسلیم کرتا ہوں)+

سقراط۔ پس اگر میں دیوتاؤں پر (اگر اُن میں سے بعض دیو ہیں) ایمان نہیں لاتا ہوں۔ جیسا کہ تو کہتا ہے۔ تو یہہ وہی بات ہے جو میں کہتا ہوں کہ تو مجھ سے تمسخر کرتا ہے اور پہیلی پوچھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دیوتاؤں پر ایمان نہیں رکھتا اور پھر ایمان رکھتا ہوں جس صورت میں کہ میں دیوتاؤں کا قائل ہوں۔ اور پھر یہہ اگر دیوتا الٰہوں کے ناجائز فرزند ہیں جو خواہ اُن کی منکوحہ زوجات سے پیدا ہوئے ہوں خواہ دیگر والدات سے۔ جیسا کہ اُن کی بابت مشہور ہے۔ تو وہ کون شخص ہے جو الٰہوں کے فرزندوں کی ہستی کا تو قائل ہو مگر الٰہوں کی ہستی کا قائل نہ ہو؟ اِسی طرح یہہ بھی ایک لاعینی بات ہے کہ کوئی گھوڑوں اور گدھوں کے بچّوں کی ہستی کا تو قائل ہو مگر گھوڑوں اور گدھوں کی ہستی کا قائل نہ ہو۔ لیکن اے ملیتس! تو نے اس نوشتہ کو

تو اس لئے لکھا ہو کہ ہمارے ہنر کا امتحان کرے یا اس لئے کہ تو مجھ میں کوئی اور عیب پا نہ سکا جس کے سبب سے تو مجھ پر حق کی بابت الزام لگاتا ۔ اور تو کسی شخص کو جس میں تھوڑی سی بھی عقل ہو ہرگز ترغیب نہ دے سکیگا کہ ایک ہی شخص مفـد فوق العادت اور الہی ہستیوں پر اور الٰہوں اور دیوتاؤں پر تو ایمان نہ لائے اور پھر وہی شخص فوق العادت اور الٰہی ہستیاں پر اور الٰہوں اور دیوتاؤں اور بہادروں پر ایمان لاوے ۔

(سقراط [illegible] بیانات کے برخلاف اپنا عذر پیش کرتا ہی)

۱۶ سے ۲۲ باب تک

(الف) ہرچند اس کے وسیلے اس کی جان معرض خطر میں ہی (۱۶ سے ۱۸ باب تک) ۔

(ب) وہ مدبروں سے احتراز کرتا ہی (۱۹ و ۲۰ ابواب) ۔

(ج) پر وہ اس کے شاگرد جمہور کے لئے خطرناک ہیں (۲۱ و ۲۲ باب) ۔

ہیں جانتا کہ میری بدولت سبھی خطرہ [illegible]
کسی شخص کو [illegible] سے باز نہیں رکھ سکتا

۱۶ ۔ لیکن اے اتہینے والو اس امر کی بابت میں نے از روئے نالشنامہ ملیتس کوئی خطا نہیں کی اس لئے تجھے اور زیادہ معذرت کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی بلکہ اتنے ہی کو کافی سمجھتا ہوں لیکن جو کچھ کہ میں نے گذشتہ بابوں میں عرض کی ہی کہ میری بابت بہت سی مخالفت اور بہت سے دشمن پیدا ہو گئے ہیں سو بخوبی جان رکھو کہ سچ ہی ۔ اور یہی وجہ ہے جس سے میں مجرم ٹھہرونگا بشرطیکہ مجرم ٹھہر جاؤں ، وہ ملیتس یا انوٹس نہیں ہیں بلکہ عوام

کا تعصب اور کینہ ہے۔ اور یہی باتیں مجھ سے پہلے کے بہت سے نیک اشخاص کو مجرم ٹھہرانے کا موجب ہوئی ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ اب مجھے بھی یہی باتیں مجرم ٹھہرائینگی۔ مگر یہ نہیں کہ اس قسم کا سلوک صرف میرے ہی ساتھ ہو۔ پس شائد کوئی یہہ کہے کہ اے سقراط! کیا تجھے اس طریق معاشرت سے جو تو بسر کر رہا ہے اور جس کے سبب تو موت کے خطرے میں ہے شرم نہیں آتی؟ تو اس کے میں انصافاً یہہ جواب دونگا کہ اے شخص! تو تو درست نہیں کہتا اگر تو یہہ خیال کرتا ہے کہ کوئی شخص خواہ وہ کیسا ہی کم قدر کیوں نہ ہو جبکہ وہ کسی کو اس طرح عمل کرتے ہوئے دیکھے جس طرح راست یا ناراست لوگ کرتے ہیں یا جبکہ وہ خود راستی یا ناراستی سے عمل کرے تو اس کو سمجھنا مناسب ہے کہ یا تو موت یا زندگی کو غنیمت سمجھے۔ کیونکہ تیرے قول کے بموجب وہ بہادر جو جنگ ٹرائے میں کام آ چکے ہیں اور بڑے بہادر بھی کم قدر آدمی ہونگے جن میں تھٹیس کا بیٹا بھی ہے جس نے شرمندگی کو برداشت کرنے کے عوض میں خطرے کو ناچیز سمجھا۔ جبکہ وہ غصہ میں آ کر ہکٹور کو مار ڈالنے کو تھا تو اس کی والدہ جو دیوی تھی جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں کچھ اس طرح مخاطب ہوئی۔ کہ اے بیٹے! اگر تو اپنے دوست پیٹروکلس کی وفات کا انتقام لیگا اور ہکٹور کو مار ڈالیگا تو تو خود بھی جان سے جائیگا۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ ہکٹور کے بعد ہی تیری باری ہے۔ اس نے یہہ باتیں سنکر موت اور خطرے کو حقیر جانا اور بالخصوص بزدل ہو کر اور دوستوں کا بدلا نہ لیکر جینے سے اسکو بڑا خوف معلوم ہوا۔ اس نے کہا کہ بدکار کو سزا دیکر مر جانا میرے لئے بہتر ہے ایسا نہ ہو کہ میں اس جگہ خمدار جہازوں کے پاس موجب تمسخر اور زمین پر بار۔

ہوں - کیا تو خیال نہیں کرتا کہ اُس نے موت اور خطرے کا کچھ لحاظ کیا؟ اے آتھینے
لو! حقیقت تو یونہی ہے - جہاں کہیں کسی کا منصب ہے خواہ اُس نے اُس کو
رضی خود چن لیا ہے خواہ اپنے افسر سے مقرر کیا گیا ہے میرا خیال ہے کہ اُسکو اُسی جگہ
ہر بلا لحاظ موت یا شرمندگی یا کسی اور بات کے خطرے کا مقابلہ کرتے رہنا چاہئے +

ں خود تو موت سے نہیں ڈرتا - اگرچہ مجھے بار بار مرنا بھی
یے تو بھی میں دانائی کا تعاقب کرنے سے باز نہ آؤنگا

١٧- پس اے آتھینے والو جبکہ اُن افسروں ٨
نے جنہیں تم نے مجھ پر حکومت کرنے
کے لئے چن لیا تھا پوٹیڈیا[1] اور امفیپولس اور ڈلیوم کے میدانِ جنگ میں جس
جگہ اُنہوں نے مجھ کو مقرر کیا تھا تو میں وہیں اوروں کی مانند قائم رہا اور خطرے
ور موت کا مقابلہ کرتا رہا - لیکن اب جس جگہ کہ خدا نے مجھ کو مقرر کیا ہے (جیسا کہ مجھ کو
یقین ہے) ضرور ہے کہ میں فلاسفی کی تحقیق اور خود اپنی اور دیگروں کی آزمائش کرنے
میں زندگی بسر کردوں - اور میرے لئے یہہ نہایت عجیب بات ہوگی اگر میں موت یا کسی
ور سبب سے ڈر کر اپنے منصب کو چھوڑ دوں - یہہ تو فی الحقیقت تعجب کی بات ہوگی - ٩
ور تب اگر کوئی شخص مجھے اِس سبب عدالت میں پیش کرے کہ میں کلام ربّانی سے روگردانی

[1] پوٹیڈیا میں (قبل از مسیح ٤٣٢) کلیاس - امفیپولس میں (٤٢٢ قبل از مسیح) کلیون اور ڈلیوم میں (٤٢٤ قبل از مسیح) ہپوکریٹس افسر تھے - پوٹیڈیا (جو کلسیڈائس میں کرنتھیوں کی ایک بستی تھی) کے میدانِ جنگ میں سقراط نے السبیاڈیز کی جان بچائی تھی اور ڈلیوم (واقعہ بوئیوشیا) میں اُس نے اُس وقت کہ لشکر نے زک اُٹھائی بڑی شجاعت دکھلائی +

کر کے اور موت سے خوف کھا کر دیوتاؤں کو نہیں مانتا اور اپنے آپ کو دانا جانتا ہوں جبکہ میں دانا نہیں ہوں) تو یہہ انصاف کی بات ہوگی۔ کیونکہ ای دوستو! موت سے ڈرنا اور کچھ نہیں ہی مگر اپنے آپ کو دانا سمجھنا جبکہ دانا نہیں ہی۔ کیونکہ اس سے یہہ تصور کرنا مراد ہی کہ ہم اُس چیز کو جانتے ہیں جس کو ہم نہیں جانتے۔ کیونکہ کوئی شخص موت کو جب وہ اُس پر آتی ہے افضل شے تصور نہیں کرتا۔ بلکہ ایسا خیال کرکے کہ ہم بخوبی جانتے ہیں اُس سے ڈرتے ہیں گویا کہ یہہ بڑی بُری چیز ہی۔ اور کیا یہہ تصور کرنا کہ ہم اُس شے کو جانتے ہیں جسکو کہ وے نہیں جانتے پُر شرم جہالت نہیں ہی؟ لیکن ای دوستو! شاید میں اس امر میں بھی سب آدمیوں سے متفرق ہوں۔ اور اگر میں سب سے زیادہ دانا ہونے کا دعویٰ کروں تو یہہ بھی ہوسکتا ہی کیونکہ جب میں ھاڈیس کے باشندوں کی بابت کافی طور پر نہیں جانتا تو ایسا ہی خیال بھی کرتا ہوں کہ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں بخوبی جانتا ہوں کہ اپنے افسر کی خواہ وہ خدا ہو خواہ انسان نافرمانی کرنی اور اُس کو نقصان پہنچانا بُری اور بے شرمی کی بات ہی۔ پس میں بُری باتوں سے جن کو میں جانتا ہوں کہ بُری ہیں اور نہیں جانتا کہ اُس کا انجام بھلا ہوگا ہرگز نہ تو خوف کرتا ہوں اور نہ گریز۔ حتیٰ کہ اگر تم اب مجھے چھوڑ دو اور انوٹس کا اعتبار نہ کرو جس نے شروع میں کہا کہ میرے اس جگہ حاضر ہونے کی ضرورت نہیں جبکہ میں حاضر ہوگیا ہوں اور جس نے تمہیں کہا کہ اگر میں (سقراط) رہا ہوگیا تو تمہارے تمام لڑکے اُس بات پر عمل کرکے جس کی سقراط تعلیم دیتا ہی بالکل خراب ہوجاینگے

ممکن نہیں ہے کہ تم مجھکو قتل نہ کرو پس اگر تم اس وجہ سے مجھے کہو کہ ای سقراط اب تو ہم انوٹس کا کہا نہیں مانتے اور تجھے اس شرط پر چھوڑے دیتے ہیں کہ تو اب سے اس طریقہ پر تحقیق کرنے اور فلاسفی کی تعلیم دینے سے باز آ۔ اور اگر ہم نے پھر کبھی تجھے اس طرح عمل کرتے پایا تو تو مارا جائیگا۔ پس اگر تم ان شرائط پر جیسا کہ میں نے کہا۔ تم مجھے چھوڑ دو تو اے مرے اتھینس والو میں تمہیں کہے دیتا ہوں کہ اب میرا تم کو سلام ہے اور پیار ہے لیکن میں تو تمہاری نسبت خدا کی زیادہ فرمانبرداری کرونگا۔ اور جب تک میرے دم میں دم ہے اور جب تک طاقت ہے میں فلاسفی کی تعلیم دینے اور ہمیشہ اُن کو جو تم میں سے مجھے ملینگے (جیسا کہ میرا دستور ہے) یہہ کہکے نصیحت کرنے اور یہہ ظاہر کر دینے سے ہرگز باز نہ آؤنگا کہ ای معزز دوست تم تو شہر اتھینز کے باشندے ہو جو بڑا ہے اور دانائی اور قوّتِ ذہنی میں شہرۂ آفاق ہے۔ اور کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم روپیہ کمانے اور عزت و حرمت حاصل کرنے کی اس قدر فکر میں ہو؟ اور کیا دانائی اور سچائی اور روحوں کی بابت کہ وہ افضل بن جاویں خیال اور فکر نہ کروگے؟ اور اگر تم میں سے کوئی کہے کہ میں اس کا خیال اور فکر تو کرتا ہوں تو میں اُس کو فوراً نہ چھوڑ دونگا اور ہرگز جانے نہ دونگا بلکہ میں اُس سے سوالات پوچھونگا اور اُس کی نکتہ چینی کرونگا اور اُسے آزماؤنگا اور اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ نیکی میں قاصر ہے (اگرچہ وہ خیال کرتا ہو کہ میں قاصر نہیں ہوں) تو میں اُس کو ملامت کرونگا کہ تو ادنیٰ باتوں کو اعلیٰ قدر دیتا ہے اور اعلیٰ باتوں کو کم قدر سمجھتا ہے۔ اور میں یہہ سلوک ہر ایک برنا و پیر اور مسافر

اور شہریوں سے بھی کرونگا مگر خصوصاً شہریوں سے کیونکہ وہ بلحاظ قوم کے میرے بڑے نزدیکی ہیں۔ اور واضح رہے کہ خدا مجھے اِن باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اور میں تمہارے واسطے اُس خدمت سے جو میں خدا کی طرف سے اِس شہر میں کرتا ہوں اور کچھہ بہتر نہیں سمجھتا۔ کیونکہ میں کچھہ اور تو کرتا ہی نہیں پھرتا مگر یہہ کہ تمہارے جوانوں اور بوڑھوں کو ترغیب دیتا ہوں کہ نہ تو جسم کی اور نہ روپیہ حاصل کرنے کی نہ تو سب سے پہلے اور نہ اِس قدر جد وجہد کرو بلکہ روح کی بابت تاکہ وہ نیک بن جاوے۔ اور یہہ کہتا ہوں کہ نیکی روپیہ سے نہیں بلکہ روپیہ اور نیز تمام اشیاء خواہ نج کی ہوں خواہ عوام کی نیکی سے اِنسان کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ پس اگر میں یہہ باتیں کہکر جوانوں کو بگاڑتا ہوں تو یہہ بڑی بدقسمتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ میں اُس کے علاوہ اور کچھہ کہتا ہوں تو وہ واہیات بکتا ہے۔ پس اے اتھینے والو تم خواہ انیٹس کی بات مانو یا نہ مانو اور مجھے رہا کر دو یا نہ مگر یقین جانو کہ میں اور کوئی طریقہ اختیار نہ کرونگا۔ ہرگز نہیں۔ اگرچہ مجھے اِس سبب سے بار بار مرنا بھی کیوں نہ پڑے ۔

اگر تم مجھے جو اتھینے میں خدا کا خادم ہوں قتل کر دو تو دُکھہ سہنے والا میں نہیں بلکہ تم ہو

۱۸۔ اے اتھینے والو مخل نہ ہونا بلکہ میری عرض کو جو میں نے تم سے کی تھی یاد رکھنا۔ اور وہ یہہ ہے۔ کہ تم میرے اِس طریقہ تقریر سے مشتعل نہ ہونا اُسکو سُننا۔ اور میرے خیال میں تم اُسکو سُنکر خوش بھی ہوگے۔ کیونکہ میں تمہیں کچھہ اور زیادہ بھی بتلانا چاہتا ہوں اور ممکن ہے کہ تم اُس کو سُنکر بھڑک اُٹھو۔ مگر ہرگز ایسا نہ کرنا۔ کیونکہ یقین جانو کہ اگر تم

مجھ جیسے شخص کو قتل کر ڈالو تو جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ اس میں میرا نہیں تمہارا ہی بڑا نقصان ہے۔ کیونکہ نہ تو ملیتس اور نہ انوٹس مجھے کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ یہہ ناممکن ہے کیونکہ میرے زعم میں یہہ آتا ہے کہ بُرے آدمی بھلے آدمیوں کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ممکن ہے کہ تم مجھے قتل کر ڈالو یا جلا وطن کر دو یا میرے حقوق سے مجھے محروم کر دو۔ اور اگر وہ اور دیگر اشخاص ان باتوں کو بڑا برا سمجھیں تو سمجھیں مگر میں تو نہیں سمجھتا۔ مگر خصوصاً اس بات کو زبون تر تصور کرتا ہوں جو کچھ کہ وہ اب کرتا ہے یعنی ایک شخص کو ناحق قتل کر ڈالنے کی کوشش کرنا۔ پس اب اے آتھینے والو مجھے اپنی بابت زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت معلوم نہیں پڑتی جیسا کہ شاید کوئی خیال کرے۔ مگر تمہاری بابت کہ تم خدا کی اُس نعمت کو جو اُس نے تمہیں عنایت کی ہے رد کر کے گناہ نہ کرو کیونکہ اگر تم مجھے قتل کر ڈالو تو تمہیں کوئی اور ایسا شخص مشکل سے ملیگا۔ اور اگر اصالتاً درست تشبیہہ دیجا وے تو وہ یہہ ہے کہ خدا نے مجھے اس شہر پر اس طرح حملہ کرنے کے لئے مقرر کیا ہے جیسے ایک بڑے اور اصیل گھوڑے پر جو بلحاظ قد کے زیادہ تر سست ہے اور اس بات کا حاجتمند ہے کہ وہ کسی ڈانس[۵] (یا گھوڑ مکھی) سے ہوشیار کیا جاوے۔

[۵] مینو ۸۰ میں سقراط Torpedo (ٹارپیڈو) سے تشبیہہ دیا گیا ہے کیونکہ اُس کی تقریر آدمیوں کو مختصر تختر ا دینے والی تھی۔ اور بعض مقامات میں وہ قابلہ سے اپنے آپ کو مشابہ کرتا ہے۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی لفظ μυωψ (مُواوپس) کے معنے ایڑ نہیں بلکہ گھوڑ مکھی ہے۔

اور میں خیال کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے شہر پر کچھ ایسا ہی مقرر کیا ہے۔ اور میں تم میں سے ہر ایک کو ہر مقام اور ہر وقت جگانے اور نصیحت دینے اور ملامت کرنے سے ہرگز باز نہیں آتا۔ پس اے دوستو! مجھ جیسا کوئی اور شخص تمہیں مشکل سے ملیگا۔ لیکن اگر تم میری نصیحت قبول کرو تو تم مجھے چھوڑ دو۔ شاید کہ تم اُن شخصوں کی مانند جو غنودگی سے جگائے گئے ہیں چونک پڑے ہو۔ اور ممکن ہے کہ تم انوٹس کا کہا مانکر مجھے بآسانی قتل کروا لو اور باقی تمام عمر خراٹے مارکر سور ہوتا وقتیکہ خدا تمہارے لئے کوئی اور شخص ارسال فرماوے جو تم کو ہوشیار کردے۔ اور تم ان باتوں سے بخوبی معلوم کرسکتے ہو کہ میں اسی قسم کا شخص ہوں جسے خدا نے اس شہر کو عنایت فرمایا ہے۔ کیونکہ میں کسی انسانی تحریک سے محرک کیا نہیں گیا ہوں کہ میں اپنے فوائد کی باتوں سے بے پرواہ ہوکر اور اس قدر برسوں سے اپنے خانگی معاملات کو بے توجہ پڑے ہوئے دیکھنے کی برداشت کروں۔ اور ہمیشہ خلوت میں ہر ایک کے پاس جاکر بڑے بھائی یا والد کی طرح سلوک کرتا رہا اور اس بات کی نصیحت دیتا رہا کہ نیکی کی فکر کرو۔ اور میں نے ان سے کچھ نفع حاصل کیا ہوا اور اُجرت لیکر نصیحت دی ہو تو یہ ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن اب تو تم خود دیکھتے ہو کہ میرے مدعی اگرچہ دیگر تمام باتوں کا الزام بڑی بے شرمی کے ساتھ لگا رہے ہیں مگر اس نہایت شرمناک بات کو ثابت کرنے کی کوئی وجہ نہیں رکھتے کہ میں نے کبھی بھی کسی سے اُجرت نہ لی اور نہ مانگی ہے۔ کیونکہ میں اپنی مفلسی کو اس بات کی کافی شہادت تصور کرتا ہوں کہ میں سچ کہتا ہوں +

یہیں سے اپنے الہی نشان کی فرمانبرداری کے سبب پولیٹکل معاملات سے احتراز کیا۔ اور اگر احتراز نہ کیا ہوتا تو کب کا مر چکا ہوتا

۱۹- پس شاید تم کو یہ بات عجیب معلوم ہو کہ میں خلوت میں تو جا کر تعلیم دیتا اور بہت سے کام کرتا ہوں مگر جلوت میں مجلس کے درمیان آ کر تمہارے شہر کے معاملات میں شریک ہونے کی دلیری نہیں کرتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جس کی بابت تم نے اکثر اوقات مختلف مقامات میں مجھے بولتے سنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مجھ پر خدا کی طرف سے ایک الہی آواز ظاہر ہوتی ہے
جس کا ذکر ملیتس نے بھی اپنے استغاثہ میں کیا ہے۔ اور یہ آواز بچپن سے مجھ کو آیا کرتی ہے۔ د
اور جب وہ ہوتی ہے تو ہمیشہ مجھ کو اس کام سے روکتی ہے جس کو میں کرنا چاہتا ہوں لیکن کبھی اکساتی نہیں یعنی وہ مجھے پولیٹکل معاملات کے اختیار کرنے سے روکتی ہے اور میرا روکا جانا مجھے بہت ہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کیونکہ اے اہل ایتھنز یہ بالکل یقین ہے کہ اگر میں ملکی معاملات میں عمل کرنے کی کوشش کرتا تو مدت سے ہلاک ہو جاتا اور نہ تو تم ہی کو اور نہ
اپنے آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا۔ پس جب میں سچ سچ کہوں تو مجھ سے ناراض مت ہونا کیونکہ نہ تو ہ
تم میں اور نہ کسی اور مجلس میں کوئی ایسا شخص ہے جو دیانتداری سے بہت سی ناانصافی اور خلاف قانون
کاموں کا مقابلہ کر کے ان کو روک دے جو شہر میں ہوا کرتی ہیں اور اپنی جان کو بھی محفوظ ۳۲
رکھے۔ مگر ضرور ہے کہ وہ شخص جو انصاف کے واسطے لڑتا ہے اس کام کو چند عرصہ تک جلوت میں نہیں بلکہ خلوت میں کرے۔

جیسا کہ یہ میرے اس مقابلہ کرنے سے ظاہر ہے جو میں نے سنیٹ اور تیسوں کا مقابلہ واقعہ ہو گیا

۲۰- اور میں تمہارے سامنے اس بات کا ثبوت نہ صرف الفاظ سے بلکہ عمل سے جس کی تم قدر کرتے ہو

[illegible] ثابت کر دیا کہ اب تم وہ سقراط ہو [illegible]

تم یا لوگ [illegible] سے راستی کے [illegible] کی ترتیب

نہیں دی ہے اور ترتیب پذیر ہونے کی [illegible] بہتر ہے اور [illegible]

[illegible] آگے کھینچنے والا

ب [illegible] اور جبکہ تم نے ان

دس افسروں کا [illegible] ارادہ کر لیا چاہا جو خلاف

قانون تھا [illegible] تم نے [illegible] ایسا ہی [illegible]

[illegible] اس وقت تمام [illegible] سے مجھے [illegible] کیا اور کہا کہ

قانون کے برخلاف [illegible] اور [illegible] کے برخلاف [illegible] ترتیب فصحاء

مجھے [illegible] اور [illegible] تو میں نے

خیال کیا [illegible] شریک

[illegible] پانچ سو ممبر ہوتے تھے [illegible] قوموں کے [illegible] پچاس ممبروں کے دس

حصوں میں تقسیم تھی [illegible] ایک حصہ [illegible] سال میں

[illegible] معاملات اور قانون سازی کے لیے [illegible] کونسل کے خدمت کیا کرتا تھا [illegible] سب جماعت کے

[illegible] کونسل کے [illegible] مجلس کہلاتے تھے [illegible] اور دن کے لیے

[illegible]

[illegible] صدر مجلس کے پاس [illegible] اور [illegible]

[illegible] سوال پوچھا [illegible]

ہو جانے کی بہ نسبت قانون اور راستی کے سبب سے خطرے میں بھی پڑ جانا ضروری امر ہے۔ اور ج
یہہ باتیں اُس وقت ظہور میں آئی تھیں جبکہ جمہوری سلطنت ابھی موجود تھی۔ اور جب
تیس آدمیوں کی سلطنت برپا ہوئی تو تیسوں نے مجھے معہ دیگر چاروں کے مجلس کے
بالاخانہ[1] میں بلا بھیجا اور سلامیس کے باشندے لیون کو سلامیس سے بلا لانے کے لئے مجھے
روانہ کیا تاکہ وہ قتل کیا جاوے۔ اور وے اس قسم کا فتویٰ اور بہتوں پر لگانے کے
عادی تھے اور یہہ چاہتے تھے کہ حتی الوسع مجرموں کے برخلاف فتووں کو پایۂ تکمیل تک
پہنچا دیں۔ اُس وقت میں نے نہ صرف کلام سے بلکہ عمل سے ثابت کر دیا کہ (اگر اس
طرح کا کلام کرنا غیر موزوں نہ ہو) میں موت کا ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا ہوں مگر خصوصاً

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۷۳ قوانین کی اظہار در سلسلہ خلاف ورزی کی حالت میں سزا دیئے اور حوالہ کر دیا جانا دو طریقے عمل کے تھے۔ پہلا طریقہ تو عموماً اسوقت عمل میں آتا تھا جبکہ کوئی شخص اُن کی حقوق کو عمل میں لاتا تھا جن کا وہ حق نہ رکھتا تھا۔ افسر کو اطلاع دی جاتی تھی اور مجرم فوراً گرفتار کیا جاتا تھا اور دوسرا طریقہ عموماً اسوقت عملدرآمد ہوتا تھا جبکہ مجرم زندگی اور جائداد کے برخلاف عمل کرتے ہوئے گرفتار ہوتا تھا وہ گیارہ اشخاص کے حوالہ کیا جاتا تھا جو فوراً زہر پلاتے تھے۔ موجودہ صورت میں خیال کیا جاتا تھا کہ سقراط اپنے ہم نسبت ممبر مجلس کی تجویز کے برخلاف اسپیچ کرنے سے تجاوز کرتا تھا۔

حاشیہ صفحہ ہذا [1] تالوس [illegible] کے نام سے یہہ اشخاص پہلے پہل تیس جابر کہلانے لگے تھے۔ قبل از مسیح ۴۰۴ میں اتھینز کی تنزل کے بعد [illegible] کی حکومت [illegible] لیسنڈر کی شمولیت سے قائم ہوئی تھی۔ اُن کی چند روزہ حکومت ظلم اور خونریزی کے باعث مشہور ہوئی۔ اس کو لاطینی میں روٹنڈا اور یونانی میں θολος (سکیاس) بھی کہتے تھے کیونکہ اُس عمارت کی صورت چھتر نما تھی۔ یہہ عمارت دریائے میٹروان اور بولیوٹیری آن کے کنارے میدان میں کوہ آریوپگس کے دامن میں شمال مشرق کو واقع تھی۔ اس عمارت میں ممبر مجلس کھانا کھایا کرتے تھے اور جب اُن کی حکومت زائل ہوگئی تیس [illegible] کی جماعت کھانا کھایا کرتی تھی۔

اس بات کی بڑی پرواہ کرتا ہوں کہ میں نہ تو کوئی ناراستی کا اور نہ شرارت کا کام کروں
کیونکہ اس حکومت نے باوجود اس قدر قوی ہونے کے بھی مجھ پر دباؤ نہ ڈالا کہ میں کوئی
ناراستی کا کام کروں۔ بلکہ جب ہم مجلس کے بالاخانہ سے باہر نکل آئے تو وہ چاروں تو لیون
کو لینے کے لئے سلامیس کو روانہ ہوئے لیکن میں گھر کو چلا گیا۔ اور اگر یہ حکومت تھوڑے
۳۲ ہی عرصہ[1] بعد برباد نہ ہو جاتی تو غالباً وہ مجھے اس کام کے سبب قتل کر ڈالتی۔ اور تم
میں سے بہت لوگ ان معاملات کے گواہ ہونگے +

۳۳- میں آپ کیا تم خیال کرتے ہو کہ اگر میں عام معاملات میں دخل دیتا اور جیسا کہ نیک آدمی کے مناسب حال ہے اس بات کی جو ہر حالت میں راست ہے حمایت کرتا اور اسکو
۳۴ اپنا اعلیٰ فرض سمجھتا جیسا کہ اب سمجھتا ہوں تو اتنی مدت تک زندہ رہتا؟ اے آتھینے والو
ہرگز نہیں اور نہ لوگوں میں سے کوئی اور شخص بھی لیکن میں نے اپنی تمام عمر یہ
نہ تو جلوت میں اور نہ خلوت میں کسی شخص کے بھلے یا برے معاملہ میں دخل دیا ہے اور نہ کبھی
مطیع ہوا ہوں اور نہ ان میں سے کسی کے جن کو میرے دشمن جھوٹ موٹ میرے شاگرد قرار
دیتے ہیں لیکن میں تو کبھی کسی کا اُستاد نہیں بنا۔ اور اگر کوئی شخص میری تقریر کو جبکہ میں
اپنا مذہبی فرض ادا کرتا ہوں سُننے کا خواہشمند ہوتا ہے خواہ وہ جوان ہو خواہ بوڑھا۔ تو میں

> حق تو یوں ہے کہ میں کسی شخص کا استاد نہیں ہوں اور میں
> ان کا ذمہ وار نہیں جنہوں نے مجھے گفتگو کرتے ہوئے سنا

[1] ان تیسوں کا زمانہ صرف آٹھ ماہ تک کا تھا +

کسی کو بھی نہیں روکتا۔ اور نہ میں روپیہ لینے پر گفتگو کرتا ہوں اور نہ بغیر روپیہ کے گفتگو کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ بلکہ دولتمند اور غریب دونوں کو یکساں اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے سوال کریں۔ اور اگر کوئی شخص میرا جواب سننا چاہتا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے۔ ب
اور میں اس کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا کہ ان میں سے کوئی نیک بنتا ہے یا بد جس کا بالکل ہی الزام ہو۔ چونکہ میں نے کسی کا کبھی نہ وعدہ کیا اور نہ کسی کو تعلیم دی۔ اور اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں نے اس کو علیحدہ طور پر ایسی بات کی تعلیم پائی ہے [illegible] اس بات کو سنا [illegible] تم یقین جانو کہ سچ نہیں بولتا۔

[illegible] ان کے [illegible] مجھے پیار کرنا
[illegible]

[illegible] میری رفاقت میں [illegible] دیر تک رہ کر [illegible]؟ اے اہل ایتھنز والو! تم نے سن لیا ہے میں نے تمہیں تمام حقیقت بتلا دی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ ان آدمیوں کو آزمائے جانے سے [illegible] دیکھ کر خوش ہوتے ہیں [illegible] دانا ہونے [illegible] نہیں [illegible]

ملہ سقراط کا اجرت پر تعلیم دینے سے انکار کرنا ان بہت سی باتوں میں سے ایک بات تھی جو [illegible]
[illegible] شخص جو تعلیم دینے کے لئے روپے لیتے ہیں
[illegible]
[illegible]
[illegible]

نہیں ہے۔ اور جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ خدا نے مجھ کو الہام ربانی یا خواب[1] اور ہر طریقہ کے ذریعہ جن سے کہ الٰہی مرضی اس کام کے کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً انسان پر ظاہر ہوتی رہی ہے اس کام کے کرنے کے واسطے مقرر کیا ہے۔ اے حضرات ایتھنز یہ ایک سچی بات ہے اور بآسانی ثابت ہے۔ کیونکہ اگر میں جوانوں کو بگاڑتا ہوں اور بگاڑ چکا ہوں تو خواہ ان میں سے بعض بوڑھے ہو گئے ہیں انہوں نے یقیناً معلوم کر لیا ہے کہ جب وہ جوان تھے تو سقراط نے ان کو [illegible] بری صلاح دی تھی اور اب ان کو چاہیے کہ آگے آ کر مجھ پر الزام لگاویں اور بدلا لیں۔ اور اگر وہ خود ایسا کرنا نہیں چاہتے تو ان کے رشتہ دار باپ اور بھائی اور دیگر اقارب [illegible] کہیں کہ [illegible] ایسا ان کو یاد کرنا [illegible] اور یقیناً ان میں سے کئی اس جگہ موجود ہیں

---

[1] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سقراط خوابوں کو مرضی الٰہی کے ظہور کا طریقہ سمجھتا تھا۔ فیڈو ۶۰ ای میں مذکور ہے کہ مجھے خواب آیا کرتا تھا [illegible] زندگی میں بار بار ہوتا [illegible] یہی بات کہتا تھا کہ اے سقراط [illegible] پر عمل کر اور اس کو ترقی دے۔ ایک اور مقام میں ہم پڑھتے ہیں کہ سقراط کی وفات سے دو رات پہلے ایک خوبصورت سفید پوشاک پہنے ہوئے [illegible] اس کو نظر آئی اور ان لفظوں میں اس سے مخاطب ہوئی تیسرے دن تو [illegible] زرخیز [illegible] پہنچے گا (الیڈ ۹: ۳۶۳) [illegible] سقراط [illegible] ملنے سے پہلے یعنی سقراط نے خواب میں دیکھا کہ راج ہنس کا ایک بچہ [illegible] بلند پرواز [illegible] اور [illegible] بات کہہ گیا۔

جن کو میں دیکھ رہا ہوں۔ پہلے تو کریٹو بیولس کا باپ کریٹو[1] ہے جو میری گروہ کا اور میرا ہمعمر ہے پھر اسخینس کا والد لسٹانیس باشندہ سفیٹس ہے۔ نیز ایپیگنیس کا باپ انٹیفن باشندہ کیفیس

[1] کریٹو جسکا نام اُس گفتگو پر ہے جو کریٹو کے ساتھ ہوئی تھی (سقراط کے بڑے جان نثار دوستوں میں سے ایک تھا۔ اُس نے سقراط کو ترغیب دی تھی کہ قید سے فرار ہو جاوے مگر یہ بیفائدہ تھا۔ اسکے بعد وہ سقراط کے ساتھ بڑے پیار سے اُس کے آخری وقت میں رہا۔ کریٹو ہی کو سقراط نے اپنے آخری الفاظ سُنا دیئے (فیڈو ۵۹ ب۔ ۶۰ ا۔ ۶۳ ھ ۔ ۱۱۵ الخ) یوتھیڈیمس میں سقراط دو صوفیوں ڈائیونیسوڈورس اور یوتھیڈیمس نام کے ساتھ اپنی ملاقات کا اُس سے ذکر کرتا ہے۔ اس بات کے تسلیم کرنیکی کوئی کافی وجہ نہیں ہے کہ وہ کسی فلسفانہ تصنیف کا مصنف تھا۔ کریٹو کا بیٹا کریٹو بیولس جو ایک بڑا خوبصورت جوان تھا (زینوفن کی سمپوزیم ۴: ۱۰ وغیرہ) زینوفن کی اکنومیکس (ریاست منزلی) میں بطور درمیان بولنے والے کے ظاہر ہوتا ہے۔ سقراط ہنسی ہنسی میں اُسے السیبائڈیز کے خوبصورت لڑکے کو بوسہ دینے کے سبب سے ملامت کرتا ہے (میموریبلیا ۱: ۳) دیگروں کی بابت جن کا اس باب میں ذکر ہے یعنی لسانیاس۔ انٹیفن۔ نیکاسٹریٹس۔ تھیوزوٹائیڈیس۔ تھیوڈوٹس۔ پیالیڈوڈورس کی بابت کچھ معلوم نہیں ہے۔ اسخینس نے سقراط کی گفتگوؤں کو اور تقریرات کو گورگیس کے طریقہ پر لکھا ہے اُس کی گفتگوؤں کی (جن کے چند ایک بے معنی پارے اب موجود ہیں) قدیم زمانہ میں اپنی طرز کے لئے بڑی تعریف ہوتی تھی کہتے ہیں کہ وہ غریب تھا اس لئے روپیہ لیکر لیکچر دیا کرتا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ وہ کچھ عرصہ تک ڈائیونیسس خورد کے دربار میں رہا تھا۔ سقراط پر اُس کی جان نثاری بڑی مؤثر تھی وہ کہتا ہے کہ میں مفلس ہوں اور میرے پاس اور کچھ نہیں ہے لہٰذا میں اپنے آپ کو تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ اُس کی تصنیفات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ معتدل مزاج اور معقول شخص تھا مگر لیسیاس کی تقریر کے ایک پارے سے جو اُس کے برخلاف ہے ظاہر ہے کہ وہ عمل اور تہذیب میں بے مثال عمدہ تھا۔ ایپیگینس سقراط کا ایک بڑا چاہیتا شاگرد تھا (میموریبلیا ۳: ۱۲) اور اُس کی وفات کے وقت موجود تھا (فیڈو ۵۹ ب) ڈیموڈوکس جو ایتھنے میں ایک مشہور شخص تھا سقراط سے کسی قدر بڑی عمر کا تھا جب کہ تھیوجس نے اپنے بیٹے

ہے۔ اور علاوہ ان کے اور بھی ہیں جن کے بھائی میری رفاقت میں رہے ہیں۔ مثلاً نیکاسٹریٹس بن تھیوزوٹائیڈس اور برادرِ تھیوڈوٹس (تھیوڈوٹس تو مرچکا ہے پس وہ اپنے بھائی کی منت نہیں کرسکتا کہ یہہ کام نہ کرے)۔ اور پیرلوس بن ڈیموڈوکس بھی جو تھیاگیس کا بھائی ہے یہاں موجود ہے۔ پھر اڈیمنٹس بن آرسٹن ہے اور جسکا بھائی افلاطون یہاں ہے۔ نیز اینٹیوڈورس جسکا بھائی اپلوڈورس یہاں ہے۔ میں تمہیں اور بہتوں کا نام بھی بتلا سکتا ہوں جن میں سے ضرور ہے کہ بعض کا نام ملیتس اپنی تقریر میں بطور گواہ کے پیش کرے اگرچہ پہلے تو وہ بھول گیا لیکن اب وہ اُن کا نام پیش کردے۔ (اور میں اُس کے ساتھ کھڑا ہونگا۔ اور اگر اُس کے پاس کوئی ایسا ثبوت ہے تو دے۔ لیکن اے دوستو! تم معاملہ تو بالکل دگرگوں دیکھوگے کہ سب کے سب مجھ بگاڑنے والے اور ان کے اقارب کے ساتھ بدسلوکی کرنیوالے کی۔ جیسا کہ ملیتس اور انوٹس مجھ کو خطاب کرتے ہیں۔ حمایت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ اغلب ہے کہ وے جو خراب ہوگئے ہیں میری حمایت کرنے کی کوئی نہ کوئی وجہ رکھتے ہوں۔ لیکن وہ جو بگڑے نہیں گئے ہیں اور جواب بوڑھے ہیں اور اُن کے رشتہ دار ہیں ماسوائے راستی اور انصاف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶۔ تھیگس کو کیا تھا جس کی بیماری کے سبب وہ پولیٹکل زندگی سے رک کر بلا سیاست تمدن ۶ کتاب ۴۹۶ ب) اڈیمنٹس افلاطون کا بھائی تھا۔ اپلوڈورس اپنی مشتعل ہوجانیوالی طبیعت کے سبب سے ۵۹ ۷۵ ۷۸ (مانیکاس یعنی غیب بین کہلایا ہے۔ سمپوزیم ۱۷۳ د) اور ہمیشہ سقراط کے ساتھ رہتا تھا (سمپوزیم ۱۷۲: ۱۱۰) اور اُس کی وفات پر اوروں کی بہ نسبت زیادہ متاثر ہوا تھا (فیڈو ۱۱۷ د)۔

کہ میری حمایت کے لئے اور کیا وجہ رکھتے ہیں کہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ میلیٹس توجھوٹا ہے لیکن میں سچا ۔

حاصل کلام ۔ ابواب ۲۳ و ۲۴

میں تمہارے ترس کو تحریک کرنے کی معمولی کوشش سے اجتناب کرتا ہوں نہ کہ تکبر یا حقارت کی راہ سے مگر اسی لئے کہ وہ کوششیں معیوب ہیں

۲۳ ۔ پس ۔ اے دوستو! یہ اور دیگر اسی قسم کی باتیں جو ممکن ہیں اور جو میں اپنی معذرت کے لئے رکھتا ہوں کافی ہیں ۔ اغلب ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی ہی بابت اس بات کو یاد کرکے ناراض ہو جاوے کہ کس طرح اس نے اس سے بھی ادنیٰ آزمائش میں پڑ کر اور اپنے بچوں اور دیگر رشتہ داروں اور بہت سے دوستوں کو عدالت میں لاکر منصفوں سے زار زار رو کر نہایت الحاح سے رحم کی عرض و التماس کی ۔ اور کہ میں نے باوجود اسی خطرہ میں ہونے کے اُن میں سے کوئی بات بھی نہ کی گو یا کہ میں اس کو ایک ادنیٰ درجہ کا خطرہ سمجھتا ہوں ۔ پس اغلب ہے کہ وہ یہ باتیں سُن کر میرے برخلاف اور زیادہ سخت دل ہو جاوے اور اِن باتوں کے سبب سے غصّے ہو کر میرے برخلاف رائے دے ۔ اگرچہ تم میں سے کوئی شخص ایسا خیال کرے مگر میں تو اس بات کا الزام نہیں لگاتا لیکن ہے ممکن ۔ اور اگر میں اُس کو ذیل کا جواب دُوں تو یہ معقول ہوگا کہ اے میرے دوست! میرے بھی تو کئی ایک رشتہ دار ہیں ۔ کیونکہ خود ہومر کے الفاظ کے بموجب میں بلوطوں کے درخت یا پتھروں[۱] سے پیدا نہیں ہوا ہوں بلکہ انسان سے ایسا کہ اے آتھینے والو! میرے

[۱] یہ ایک قدیم ضرب المثل تھی جو اس کہانی کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ پہلے آدمی درختوں اور بلوطوں سے پیدا ہوسکتے تھے ۔

رشتہ دار ہیں اور تین بیٹے جن میں سے ایک نواب لڑکا ہی اور دو چھوٹے بچے - تسپر بھی میں انکو تمہارے سامنے حاضر کر کے معافی کا ملتجی نہونگا - پس اب میں ان باتوں میں سے کسی پر عمل کیوں نہ کرونگا ہ ای آتھینے والو! نہ تو تکبر کے سبب سے اور نہ اسلئے کہ میں تم کو حقیر سمجھتا ہوں - اور کہ آیا میں موت کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہوں یا نہیں یہہ اور بات ہی - مگر اپنی اور تمہاری اور تمام شہر کی عزت کے لحاظ سے مجھے ان میں سے کوئی بات بھی کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتی نیز اس سبب سے کہ میں یہہ نام اور یہہ عمر رکھتا ہوں - خواہ یہہ سچ ہی خواہ جھوٹ مگر لوگوں کا تو یہہ گمان ہی کہ سقراط کسی نہ کسی وجہ سے اوروں سے متفرق ہی - اور یہہ بڑے شرم کی بات ہوگی کہ اگر تم میں سے وے جو اپنے آپ کو خواہ دانائی یا شجاعت یا کسی اور افضل خوبی کے لحاظ سے اوروں سے متفرق سمجھتے ہیں ایسا عمل کریں - جیسا کہ میں نے بار بار اکثروں کو جو اپنے آپ کو کچھہ سمجھتے ہیں اپنی آزمائش کے وقت عجیب باتیں کرتے دیکھا ہی یہہ سمجھہ کر کہ ہم نہ مرینگے خواہ تم اُن کو قتل نہ ہی کرو - میں سمجھتا ہوں کہ ایسے آدمی شہر پر بدنامی (یا شرم) لاتے ہیں - کیونکہ اکثر غیر لوگ خیال کرینگے کہ وہ آتھینوی جو نیکی میں مشہور ہیں اور جنکو انہیں کے اہل شہر نے حکومت یا کسی اور معزز عہدے کے لئے مقرر کر دیا ہی عورتوں سے بڑھکر نہیں ہیں - کیونکہ ای آتھینے والو! تم کو جو تھوڑی سی بھی شہرت رکھتے ہو ضرور نہیں کہ ان باتوں کو عمل میں لاؤ اور نہ اگر ہم کریں تو اُن کے کرنے کی اجازت دو - بلکہ تمہیں یہہ ظاہر کرنا چاہیئے کہ ہم نسبت اُن اشخاص کے جو آرام سے رہتے ہیں اُن اشخاص پر زیادہ سختی کرینگے جو ایسے کمینے

کاموں کے مرتکب ہوتے اور شہر کو موجبِ تمسخر بناتے ہیں +

اور ناراستی اور بیدینی کا کام ہے

۳۴- ای دوستو! ماسوائے اپنے اعتبار کے نہ تو یہہ مناسب سمجھتا ہوں کہ منصفوں سے التجا کروں کہ وہ مجھے چھوڑ دیں اور نہ یہہ کہ میں اس طرح سے بچ جاؤں بلکہ یہہ کہ میں لوگوں کو تعلیم اور ترغیب دوں۔ کیونکہ منصف کا کام طرفداری کرنا نہیں ہے بلکہ قانون کے بموجب انصاف کرنا۔ اور اس نے حلف اس لئے نہیں اٹھائی ہے کہ جسکی چاہے طرفداری کرے بلکہ اس لئے کہ قانون کے بموجب انصاف کرے۔ پس نہ تو یہہ ضرور ہے کہ ہم تم کو قسم کھانے کی ترغیب دیں اور نہ یہہ کہ تم خود قسم کھاؤ کیونکہ تب تو ہم دونوں دیندار نہ ٹھہرینگے۔ پس ای آتھینے والو! مجھ سے طلب نہ کرو کہ میں ان باتوں کو عمل میں لاؤں جن کو میں نہ تو اچھا اور نہ راست اور نہ پاک سمجھتا ہوں۔ ہاں! زیوس کی قسم ہے کہ نہ تو عموماً کسی وقت اور نہ خصوصاً اب جبکہ ملیتس مجھپر بے دینی کا الزام لگا رہا ہے۔ کیونکہ اگر میں تمہیں اپنی درخواستوں سے اپنی قسمیں توڑ دینے کے لئے مجبور کروں تو ظاہر ہے کہ میں تمہیں سکھلاتا ہوں کہ تم دیوتاؤں کو مت مانو۔ اور اصالتاً اپنی عذر خواہی سے اپنے ہی پر آپ الزام لگاتا ہوں کہ میں دیوتاؤں کو نہیں مانتا۔ بلکہ عموماً ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ ای آتھینے والو! میں تو دیوتاؤں کو ایسے طور پر مانتا ہوں کہ میرے مدعیوں میں سے ویسا کوئی بھی نہیں مانتا۔ اور میں اپنا انصاف تمہارے اور خدا کے حوالہ کرتا ہوں کہ ویسا ہی ہو جیسا میرے اور تمہارے لئے مفید ہے +

حصّہ دویم[1] فیصلے کے بعد اور فتویٰ سے پہلے

(تقریر دویم)

ابواب ۲۵ سے ۲۸

ه اے منصفو میں تمہارے فیصلے پر نہیں بلکہ انکی تعداد کی قلت پر تعجب کرتا ہوں جنہوں نے مجھے مجرم ٹھہرایا ہے

۲۵۔ اے آتھینے والو! میں اس بات پر جو ہوگئی ہے ناراض نہیں ہوگیا ہوں کہ تم نے میرے
۳۶ برخلاف رائے دی ہے۔ اور یہہ کئی وجہوں سے ہے۔ اور امید بھی تھی کہ تم مجھے مجرم ٹھہرا دوگے۔ مگر مجھے رایوں کی تعداد پر خصوصاً بڑا تعجب آتا ہے۔ کیونکہ میں نے تو خیال بھی نہ کیا تھا کہ تعداد کی یہہ قلت ہوگی بلکہ یہہ کثرت۔ مگر اب تو جیسا نظر آتا ہے اگر تیس رائیں بدل جاتیں تو میں آزاد ہوجاتا۔ پس جیسا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے میں ملیتس سے اب بھی رہا ہوگیا ہوں اور نہ صرف رہا ہی ہوگیا ہوں بلکہ ظاہر ہے کہ اگر انوٹس اور لوکون حاضر ہوکر مجھ پر نالش نہ کرتے تو

---

[1] سقراط ۲۸۱ میں سے ۲۲۰ ممبروں کی رایوں سے مجرم ٹھہرایا گیا تھا۔ چونکہ میدینی کا نالشنامہ آتھینوی قانون کے بموجب حیثیت عرفی کا مقدمہ تھا (یعنی تعزیر پہلے سے معین نہیں کیجاتی تھی مگر مقدمہ کے فریقین میں سے ایک یا دوسرے فریق کی عزت کے موافق منصفوں سے تجویز کی جاتی تھی) اسی لئے فیصلہ مجرم ملیتس کی دوسری تقریر کے بعد سنایا گیا تھا اور اس میں موت کی تعزیر مذکور تھی۔ سقراط اسکا جواب دیتا اور اس کے مقابل کی تعزیر تجویز کرتا ہے۔

اُس کو رایوں کا پانچواں حصّہ بھی نصیب نہ ہوتا اور اُسکو ایک ہزار[1] درہم جرمانہ بھرنا پڑا + ب

اگر میں اپنے مستوجب بالمقابل تعزیر تجویز کروں تو مناسب ہو کہ میر مجلسوں کے بالاخانہ میں میری پرورش ہو

۲۶ - پس وہ میرے لئے موت کی تعزیر تجویز کرتا ہی - خیر! یونہی سہی - مگر اے آتھینے والو! میں اُس کے برخلاف تمہارے سامنے کونسی تعزیر تجویز کرونگا؟ کیا بظاہر وہ نہیں جسکا میں مستوجب ہوں؟ پس وہ کونسی ہی؟ میں کس بات کا مستوجب ہوں آیا موت کا یا جرمانہ کا؟ کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں آرام کو حرام جانا اور جن چیزوں کو لوگ گرانقدر سمجھتے ج ہیں مثلاً دولت اور خانگی معاملات اور فوجی افسری اور مجمع میں لکچر دینا اور اسی قسم کی اور باتیں جو شہر میں ہوا کرتی ہیں مثلاً حکومت اور مشاعرہ اور عذر وغیرہ - میں نے اُن کی کچھ پرواہ نہ کی یہہ سمجھکر کہ میں نے ہوشیاری کی کہ ان معاملات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا -

میں وہاں نہ گیا جہاں میں نے نہ تو تمہیں اور نہ اپنے آپ کو کوئی فائدہ پہنچایا - مگر جیسا کہ میں کہتا ہوں ہر ایک کے پاس خلوت میں اپنی سب سے افضل خدمت ادا کرنے کے لئے گیا اور تم میں سے ہر ایک کو اس بات کی ترغیب دینے کی کوشش کی کہ جب تک پہلے اپنی ہی فکر نہ کر لو تا کہ حتی الوسع کامل اور

[1] مجرموں کی تحقیقات میں دستور تھا کہ اگر مدعی پانچواں حصہ رایوں کا حاصل نہ کرتا تو اُسپر ایکہزار درہم جرمانہ ہوتا تھا اور اُس کا یہہ حق بھی زائل ہو جاتا تھا کہ آئندہ کو اس قسم کا کوئی اور مقدمہ دائر کرے - بہت سے ملکی مقدمات میں مدعی کی طرف سے رقم دعویٰ کا ۱/۶ مدعا علیہ کو دلوایا جاتا تھا یعنی ایک اوبل (قریباً ڈیڑھ آنہ) فی درہم +

دانا بن جاؤ اپنے معاملات کی ہرگز فکر نہ کرنا۔ اور جب تک کہ خود شہر[۱] کی فکر نہ کرلو شہر کے معاملات کی فکر نہ کرنا۔ اور اسی طرح دیگر معاملات کی بابت بموجب اُس کے اپنے طریقے کے فکر کرنا۔ پس میں اس وطیرہ کا ہوکر کس بات کا مستوجب ہوں ؟ اے آنکھنے والو! اگر میں بالضرور اپنے مستوجب کے تجویز کرنے کا مجاز ہوں تو وہ یہہ ہے کہ کوئی نہ کوئی عمدہ شے اور وہ بھی کوئی ایسی عمدہ شے جو میرے حسب حال ہو۔ پس اُس غریب نیکوکار شخص کے جسکو تمہیں نصیحت کرنے کے واسطے فرصت کی ضرورت ہے کونسی شے موزوں ہے؟ اے آنکھنے والو! ایسے شخص کے حسب حال اور کچھہ نہیں مگر یہہ کہ وہ میر مجلسوں کے مجمع گاہ[۲] میں پرورش پاوے۔ اور یہہ انعام اُس شخص

---

[۱] سقراط کی اس خاصیت کی تصویر کا افلاطون کی اُس تصویر کے ساتھہ مقابلہ کرو جو وہ خیالی (یا باطنی) فلاسفر کی تھیٹیٹس ۱۷۳ ج میں کھینچتا ہے "وہ جوانی سے لیکر بازار کا رستہ نہیں جانتے اور نہ یہہ جانتے ہیں کہ کچہری یا سینیٹ یا کوئی اور مجمع گاہ کہاں ہے۔ قوانین اور فیصلے خواہ زبانی خواہ تحریری نہ تو وہ دیکھتے اور نہ کبھی سُنتے ہیں۔ جبکہ صدر مقامی اور مجمعوں اور ضیافتوں اور عیاشی اور بانسری بجانے والی لڑکیوں کا خیال اُن کے خواب میں بھی نہ آتا تھا۔ اور حقیقی فلاسفر کسی شخص کی بابت خواہ وہ اہل شہر اعلیٰ یا ادنیٰ نژاد ہو یا کوئی ساموروثی عیب کسی عورت یا مرد میں ہو ماسوائے اس ضرب المثل کے کہ "سمندر میں محل بنانا" اور کچھہ نہ جانتا تھا۔

[۲] میر مجلسوں کے مجمع گاہ (پریٹنیو) اور میر مجلسوں کے بالاخانہ (تھولاس) میں فرق کرنا چاہئے ۔ اول الذکر ایک عمارت تھی جو اکروپولس کے شمال مشرقی ڈھلوان پر واقعہ تھی۔ یہہ دیوی ہسٹیا کو مخصوص تھی اور اس میں شہر کا "آتشدان عام" تھا۔ یہہ عمارت ویسٹا کے مندر واقعہ روم کے مقابل میں تھی۔ اُس میں سفیروں کی مہمانی ہوتی تھی اور مشہور شہریوں کی عام اخراجات سے پرورش ہوتی تھی۔

ے لئے اُس انعام سے کہیں بڑھہ کر ہی جو تم میں سے کوئی شخص حاصل کرے جس نے
ہ پنے ایک یا دو یا چار گھوڑوں کے ذریعہ اولمپیا کی گھوڑ دوڑ میں فتح پائی ہو کیونکہ
یسا شخص یہہ ظاہر کرتا ہی کہ تم خوش ہو مگر میں تم کو حقیقتہً خوش بناتا ہوں۔ اور وہ تو
ُوراک کا حاجتمند نہیں ہی مگر میں ہوں۔ پس اگر ضرور ہی کہ میں قانوناً اپنی تعزیر آپ تجویز
روں۔ تو میں یہہ تجویز کرتا ہوں کہ میر مجلسوں کے مجمع گاہ میں میری پرورش ہو +

رہیں نے قید یا جرمانہ یا جلاوطنی اپنے لئے تجویز کی
میں اپنے ہی ساتھہ بے انصافی کرنیوالا ٹھہرونگا

۲۷- پس شاید میں ان باتوں کے کہنے میں
بھی تمہیں ویسا ہی شوخ معلوم ہوؤں جیسا آنسوؤں
ور منتوں کے بارے میں شوخ معلوم ہوا تھا۔ لیکن ای آتھینے والو! ایسا تو نہیں ہی۔
لکہ خصوصاً جیسا کہ ذیل میں درج ہی مجھہ کو یقین ہی کہ میں نے ارادۃً لوگوں سی کوئی
بدسلوکی نہیں کی۔ مگر تمہیں اسکا یقین دلا نہیں سکتا ہوں۔ کیونکہ ہم نے آپس میں
بہت تھوڑی مدت تک گفتگو کی ہی۔ اگر تمہارے قوانین ہوتے جیسے اور لوگوں کے
ہاں ہیں کہ صرف ایک ہی دن میں موت کی بابت فیصلہ نہ کیا جاوے تو میں خیال کرتا
ب ہوں کہ تمہیں قائل کر دیتا۔ لیکن اب تھوڑے سے عرصہ میں اِس قدر بڑے تعصب کو
رفع کر دینا کچھہ آسان بات نہیں ہی۔ جبکہ میں اِس بات کا قائل ہوں کہ میں نے کسی
سے کوئی بدی نہیں کی تو میں اپنے ہی ساتھہ تو ضرور ہی بدی نہ کرونگا اور نہ اپنے برخلاف
تجویز کرونگا کہ میں بدی کا مستوجب ہوں اور نہ کسی کو اپنے لئے بُری تجویز کرنے دونگا
پس مجھے کیا چاہئے؟ کیا میں اُس سزا کو جسے ملیتس نے میرے لئے تجویز کی ہی اور جسکو میں

نہ تو نیک اور نہ بد کہتا ہوں برداشت کروں؟ کیا برعکس اس کے میں اُس شئے کو پسند کروں جس کو میں بخوبی جانتا ہوں کہ بُری ہے؟ اور اسی کو بطور سزا تجویز کروں؟ کیا میں قید تجویز
ج کروں؟ اور میں اپنی عمر کیوں قید میں متواتر افسروں یعنی گیارھوں کی غلامی میں بسر کروں؟ اور کیا میں جرمانہ اور قید دونوں کو تجویز کروں جبتک کہ جرمانہ ادا نہ ہو جائے بلکہ میرے لئے تو قید ہی جیسا کہ میں نے آپ کہدیا ہے۔ کیونکہ میرے پاس روپیہ تو ہی نہیں کہ جرمانہ ادا کروں۔ لیکن کیا میں جلاوطنی تجویز کروں گا؟ شاید تم بھی اس کو پسند کروگے۔ میں
د زندگی کو تو بڑا عزیز رکھتا اگر میں اس قدر نامعقول ہوں کہ معقول بنا نہیں سکتا کہ تم جو میرے ہمشہری ہو میرے مباحثوں اور باتوں کی برداشت نہیں کرسکتے بلکہ تمہیں یہ باتیں بار اور ناگوار گذری ہیں یہانتک کہ تم اُن سے آزاد ہو جانا چاہتے ہو۔ لیکن کیا اور لوگ (یعنی اجنبی لوگ) اِن باتوں سے بآسانی خوش نہ ہوتے؟ اے آتھینے والو! (میں خیال کرتا ہوں) کہ بالضرور۔ پس مجھ جیسے بوڑھے آدمی کی باقی زندگی عمدہ طرح بسر ہو جائیگی اگر میں یہاں سے نکل جاؤں اور ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھگایا جاؤں اور آوارہ کیا جاؤں۔ کیونکہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ جہاں کہیں میں جاؤنگا وہاں ہی جوان لوگ میری باتیں سُنینگے جیسے یہاں سُنتے ہیں۔ اور اگر میں اُن کو اپنے پاس آنے سے منع کروں تو وے اپنے بزرگوں کو اُسکا کر مجھے نکال دینگے۔ اور اگر میں اُن کو اپنے پاس آنے سے منع نہ کروں تو اُن کے والد اور دیگر اقارب بجائے اُنکے مجھے نکال دینگے +

میں خدا کی نافرمانی نہیں کرسکتا اور نہ اپنا طریقہ زندگی بدل سکتا ہوں میں تیس مینا کا جرمانہ تجویز کرتا ہوں

۳۸- پس شاید کوئی کہے۔ کہ اے سقراط! تو آتھینے

سے کیوں نہیں باہر جا سکتا اور خاموشی سے زندگی بسر کر سکتا ؟ تم میں سے بعضوں کو اس بات کا یقین دلانا ابتو نہایت دشوار ہی۔ کیونکہ اگر میں کہوں کہ یہہ خدا کے حکم کی نافرمانبرداری ہی اس لیئے میں خاموش نہیں رہ سکتا تو تم کہو گے کہ سقراط ہجو ملیح کرنیوالا ہی۔ اور تم میرا یقین نہ کرو گے۔ اور پھر اگر میں کہوں کہ انسان کے لیئے اس سے بہتر کوئی اور بات نہیں کہ ہر روز نیکی اور دیگر معاملات پر گفتگو کرے جن کی بابت تم نے مجھے گفتگو کرتے اور اپنے آپکو اور اَوروں کو آزماتے سنا ہی۔ اور کہ نا آزمایا ہوا شخص زندہ رہنے کے لائق نہیں ہی۔ تو تم اور بھی کم اعتبار کرو گے کہ میں نے کبھی ان باتوں پر گفتگو کی ہی۔ لیکن ای دوستو! حقیقت تو یونہی ہی جیسا کہ میں کہتا ہوں۔ مگر یقین دلانا آسان نہیں ہی۔ اور علاوہ بریں میں اپنے آپ کو کسی سزا کا مستوجب ٹھہرانے کا عادی نہیں ہوں۔ کیونکہ اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو میں اُس قدر جرمانہ تجویز کر لیتا جسقدر کہ دینا ممکن ہوتا اور مجھے کچھ نقصان نہ پہنچتا۔ لیکن ابتو میں کچھ تجویز نہیں کرتا کیونکہ میرے پاس کچھ نہیں ہی۔ مگر جس قدر کہ میں پیدا کر سکتا ہوں اُسی قدر تم میرے لئے تجویز کر لو۔ اور شاید میں ایک مینا نقرئی ادا کر سکتا ہوں۔ بس میں اسی قدر جرمانہ تجویز کرتا ہوں۔ ای آتھینے والو! افلاطون اور کریٹو اور کریٹوبولس اور اپلوڈورس یہاں ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ میں تیس مینا تجویز کروں۔ پس میں اسی قدر تجویز کرتا ہوں۔ اور وے اُس روپے کے کافی ضامن ہیں +

حصہ سوئم فتویٰ کے بعد

(تقریر سوئم)

۲۹ سے ۳۳ ابواب تک

(ا) اُن کی بابت جنہوں نے سزائے موت کی رائے دی تھی (۲۹ و ۳۰)

(ب) اُن کی بابت جنہوں نے اسکے برعکس رائے دی تھی (۳۱ و ۳۲)

(ج) حاصل کلام (۳۳)

ج تم جنہوں نے مجھے اس لئے ملزم ٹھہرایا ہو کہ مینے منت کرنے سے
انکار کیا اپنے اوپر آپ ہی شامت لے آئے ہو

۲۹- اے آتھینے والو! وقت کے
لحاظ سے یہہ کچھہ بڑی قیمت نہیں ہے
کہ تم اُن سے جو شہر پر گالی بکنا چاہتے ہیں یہہ نام اور الزام حاصل کرو کہ تم سقراط
جیسے دانا شخص کو مار ڈالتے ہو۔ کیونکہ وے جو تمہیں ملامت کرنا چاہتے ہیں مجھے
دانا کہتے ہیں اگرچہ میں دانا نہیں ہوں۔ کیونکہ اگر تم تھوڑی سی دیر بھی ٹھہر جاتے
تو تمہارا یہہ مطلب خود بخود ہی پورا ہو جاتا۔ کیونکہ تم میری عمر کو دیکھتے ہو کہ میں عمر رسیدہ
ہوں اور موت کے کنارے۔ مگر میں یہہ باتیں تم سب کی بابت نہیں کہتا بلکہ اُنکی
بابت جنہوں نے مجھپر موت کا فتویٰ دیا ہے۔ اور میں ابھی بھی انہیں کی بابت بول رہا
ہوں۔ اے میرے دوستو! شاید تم خیال کرو کہ میں ایسے دلائل لانے میں قاصر ہو گیا د

ہوں جن سے میں تم کو ترغیب دیسکتا کہ تم مجھ کو بری کردو اگر میں ایسا کرنا اور کہنا بہرصورت ضروری سمجھتا۔ یہہ تو بہت ہی ضروری ہے۔ ہاں! میں قاصر تو ہو گیا ہوں۔ دلائل کے لحاظ سے نہیں بلکہ دلیری اور بے شرمی اور تمہیں ایسی باتیں کہنے کا ارادہ کرنے کے لحاظ سے جن کو تم مجھ سے سُننے کے مشتاق تھے کہ میں رونا پیٹتا اور دیگر بہت سی باتیں کرتا اور کہتا جن کو میں اپنے شایاں نہیں سمجھتا جیسا کہ تم اوروں سے سُننے کے مشتاق ہو۔ بلکہ نہ تو میں نے اُس وقت خطرے کے لحاظ سے کوئی بزدلی کی بات کرنے کی ضرورت سمجھی اور نہ اب اسی طرح عذر کر کے میں پچھتاتا ہوں۔ لیکن خصوصاً اُس طرح عذر کر کے زندہ رہنے کی نسبت اس طرح عذر کر کے مرجانا زیادہ بہتر تصور کرتا ہوں۔ کیونکہ نہ تو عدالت میں اور نہ جنگ میں نہ تو مجھے اور نہ کسی اور کو ایسی باتوں کے عمل میں لانے کی ضرورت ہے تاکہ ہر قسم کا حیلہ کر کے موت سے بچ نکلے۔ کیونکہ اکثر لڑائیوں میں دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص اپنے تعاقب کرنے والوں کے سامنے ہتھیار ڈال کے اور دوزانو ہو کے موت سے بچ جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص دلیری سے ہر قسم کا حیلہ کرے اور باتیں بنا وے تاکہ موت سے بچ نکلے تو ہر طرح کے خطروں میں سے بچ نکلنے کی اور بہت سی تجویزیں بھی ہیں۔ لیکن اے دوستو! موت سے بچ رہنے کی بہ نسبت بدی سے بچ رہنا نہایت دشوار تر ہے۔ کیونکہ وہ موت سے زیادہ تر تیز رفتار ہے۔ اور میں تو جو سُست اور بوڑھا ہوں زیادہ تر سُست تعاقب کرنے والے سے مغلوب ہو گیا ہوں۔ مگر میرے دشمن جو بڑے تند اور تیز ہیں زیادہ تر تیز تعاقب

کرنے والے (یعنی) بدی سے مغلوب ہو گئے ہیں۔ اور میں تو اب تم سے موت کا فتوی پاکر چلا جاؤنگا۔ مگر وے حق کی طرف سے شرارت اور ناانصافی کا فتوی پاکر چلے جائیں گے اور میں اور وے دونوں اپنے اپنے فتووں کے تحت میں ہیں۔ شائد یہہ باتیں تو درست ہوں اور ایسی ہی ہوں۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہہ باتیں درست ہیں +

میرا سایہ اوروں پر پڑیگا۔ تم راست زندگی بسر نہ کرنے کے سبب سے ابھی بھی ملامتیں برداشت کروگے

۳۰۔ اور اب ان باتوں کے بعد میں تمہاری بابت جنہوں نے میرے برخلاف رائے دی ہی پیشینگوئی کرنی چاہتا ہوں۔ کیونکہ اب میری موت کا وقت آپہنچا ہے۔ اور یہہ وہ وقت ہی جس میں لوگ خصوصاً نبوت کیا کرتے ہیں[۱] جبکہ وہ قریب المرگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ای دوستو!

---

[۱] ایسا ہی پٹروکلس نے جبکہ مرنے پر تھا ہکٹور کی آئندہ وفات کی پیشینگوئی کی۔ (الیڈ ۱۶ کتاب سطر ۸۵۱) ۔ اور ہکٹور نے اکلس کی موت کی (ایضاً ۲۲ کتاب ۸۵۳ سطر) بنبز دیکھو فیڈو ۸۵ و قریب المرگ راج ہنس کا گیت سینشر روڈین کی حالت کے ذریعہ جس نے مرتے وقت اپنے چھ ہمعصر آدمیوں کا نام لیا اور اس بات کی پیشینگوئی کی کہ وہ کس ترتیب سے فوت ہونگے قریب المرگ لوگوں کی نبوی طاقتوں کی تشریح کرتا ہی۔ یہہ یقین قدما میں عام تھا [الیڈ کے مقامات یہہ ہیں ئیں تجھے ایک اور بات بتلاؤنگا اور تو اسے اپنے دل میں غور کر۔ فی الحقیقت تو خود بہت بوڑھا نہ ہوگا مگر موت اور بدقسمتی اب تیرے سامنے موجود ہیں جبکہ ایکس کی بے عیب نسل اکلس کے ہاتھوں سے تو سر کیا جائیگا۔ ہکٹور کی پیشینگوئی یقیناً بجو بی تجھ کو جانکر میں نے پہلے سے یہہ دیکھا اور نہ میں تجھے ترغیب دینے کے لئے مقرر نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ سچ مچ تجھ میں ایک آہنی روح ہی۔ اب غور کر ایسا نہ ہو کہ جس دن پارس اور فوبیس آپلو تجھے سیکنا کے پھاٹکوں پر اگرچہ تو بہادر ہو قتل کرینگے تو میں تیرے لئے دیوتاؤں کے غضب کا موجب ہوؤں۔ ڈایو ڈورس سکیولس کہتا ہی کہ فیثاغورث سامو س کا باشندہ

تم جو مجھے قتل کرتے ہو یقین جانو کہ میری وفات کے بعد ہی تم پر اُس سے نہایت ہی سخت تر سزا آنیوالی ہی جو تم مجھہ کو دیتے ہو۔ کیونکہ تم نے تو اب یہہ کام کر لیا ہی یہہ خیال کرکے کہ تم اپنی اپنی زندگی کا حساب دینے سے بری ہو جاؤ گے۔ مگر جیسا کہ میں کہتا ہوں تمہارے لیئے یہہ بالکل ایک برعکس نتیجہ ہوگا۔ بہت سے اشخاص ہونگے جو تم سے حساب طلب کرینگے اور یہہ وہ ہیں جن کو اب مینے دیکھہ لیا ہی مگر تم نے اُن کو نہیں دیکھا۔ وے بڑے تند مزاج ہونگے کیونکہ وہ جوان ہونگے اور تم اُن سے بڑے ناراض ہوگے کیونکہ اگر تم یہہ خیال کرو کہ ہم اُن کو جو ہمیں ہماری خراب زندگی پر ملامت کرینگے قتل کرکے اس کام سے باز رکھینگے تو یہہ تمہاری خام خیالی ہی۔ کیونکہ یہہ رہائی کی صورت نہیں ہی اور نہ تو بالکل ممکن ہی ہی اور نہ محسن۔ لیکن یہہ بہت بہتر اور آسان بات ہی کہ لوگوں کو ملامت کرنے سے نہ روکا جاوے بلکہ اپنے آپ کو حتی الوسع بہتر بنانے کی کوشش کی جاوے۔ بس میں تمہارے لیئے جنہوں نے میرے برخلاف رائے دی ہی ان باتوں کی پیشینگوئی کرکے روانہ ہوتا ہوں +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹۔ اور بعض دیگر قدیم علما رعلم خواص الاشیاء نے اس بات کو ثابت کیا ہی کہ انسان کی روحیں غیر فانی ہیں۔ اور اس بات کا یہہ نتیجہ ہی کہ اُس وقت جبکہ وے بذریعہ موت کے جسم سے جدا ہوتی ہیں تو وے آئندہ واقعات کو بھی پیشتر سے جانتی ہیں۔ اور سکسٹس ایمپائریکس ارسطاطالیس کی سند پیش کرتا ہی کہ ارسطاطالیس کہتا ہی کہ روح جب موت کے ذریعہ جسم سے علیحدہ ہوتی ہی تو آئندہ واقعات کو پیشتر سے دیکھتی اور بتلاتی ہی۔ مترجم] +

تمہارے حق میں جنہوں نے میرے برخلاف رائے نہیں دی ہیں کہتا ہوں کہ میری الہٰی نشان کی خاموشی مجھے یقین دلاتی ہی کہ یہہ کوئی بُری بات نہیں ہی

۱۶۔ مگر اُن کے ساتھہ جنہوں نے میرے برخلاف رائے نہیں دی ہیں اُس عرصہ میں جسمیں کہ افسران اپنے کام میں مشغول ہیں اور پیشتر اسکے کہ میں اُس جگہ جاؤں جہاں مجھے مرنا ہی اُن باتوں کی بابت جو واقع ہوئی ہیں خوشی سے گفتگو کرتا ہوں۔ لیکن ای دوستو! اِتنی دیر تک تم میرے ساتھہ رہو۔ کیونکہ کوئی امر اس کا مانع نہیں ہی کہ ہم جیسا کہ مناسب ہی ایک دوسرے کے ساتھہ گفتگو کریں۔ کیونکہ میں تمہارے سامنے بطور دوستوں کے اُن باتوں کو منکشف کر دیا چاہتا ہوں جو مجھہ پر اب واقع ہوا ہی اُسکے کیا معنی ہیں۔ کیونکہ ای منصفو! (مناسب ہی کہ میں تمہیں منصف کہوں) مجھہ پر ایک عجیب واقع گذرا ہی۔ کیونکہ الہٰی آواز کا نبوی نشان قبل ازیں میری تمام عمر تا حال ہمیشہ میرے ساتھہ رہا ہی اور جب کبھی میں کسی ذرہ سے بھی ناواجب فعل کا مرتکب ہوتا تو وہ مجھے ہمیشہ روکتا رہا ہی۔ مگر اب جو کچھہ کہ مجھہ پر واقع ہو چکا ہی تم خود اُس کو جانتے ہو اور جسکو کوئی شخص اعلیٰ خرابی تصور اور شمار کرتا ہی۔ لیکن نہ تو اُس وقت جب میں صبح کے وقت گھر سے روانہ ہوا اور نہ اب جبکہ میں عدالت میں حاضر ہوں اور نہ میری تقریر میں جب میں کچھہ کہنے کو ہوتا اُس الہٰی نشان نے مجھے روکا۔ اگرچہ دوسرے وقتوں میں عین گفتگو کے موقعہ پر اکثر اوقات مجھے روکتا رہا۔ مگر اب اس معاملہ میں نہ تو عمل میں اور نہ کلام میں اُس نے مجھے کبھی روکا۔ پس میں تم کو بتلاؤنگا کہ میں اِس سے کیا مراد لیتا ہوں؟ یہہ بات جو مجھہ پر واقع

ہوگئی ہی نیک ہوگی۔ اور ہم میں سے وے جو موت کو بُرا تصور کرتے ہیں درست خیال نہیں کرتے میرے لئے بڑا ثبوت ہی کہ موت اچھی چیز ہے کیونکہ جب کبھی میں کوئی نیک کام کرنے پر آمادہ ہوا تو معمولی نشان نے مجھے کبھی بھی نہ روکا +

موت سے یا تو فنا ہو جانا مراد ہی یا بہتر زندگی بسر کرنا اور یہہ دونوں باتیں عمدہ ہیں

۳۲- اور اب ہم اس پر اسی طرح غور کرینگے گویا کہ بہت امید ہی کہ موت اچھی چیز ہی۔ کیونکہ موت دو حالتوں سے خالی نہیں ہی۔ یا تو متوفی بالکل نیست ہو جاتا ہی اور اُس کو کسی قسم کی حس نہیں رہتی یا عام عقیدے کے بموجب موت اس جگہ سے دوسری جگہ کو روح کی تبدیلی یا نقل مکانی ہی۔ اور اگر موت جس کا معدوم ہو جاتا ہی یا مثل اُس شخص کی نیند کے ہی جو بغیر کسی خواب یا رویا دیکھنے کے سوتا ہی۔ تب تو یہہ ایک عجیب نفع ہی کیونکہ اگر کوئی شخص اُس رات کو چن لے جس میں کہ وہ بھاری نیند سے سویا ہوا جس میں اُس نے کوئی خواب نہ دیکھا ہو اور اُس رات کو اپنی زندگی کی دیگر راتوں اور دنوں سے جن کو اُس نے اپنی ہی زندگی میں بڑی عمدہ طرح اور خوشی کے ساتھ گذرا نا ہو اِس رات کے ساتھ مقابلہ کرے تو میں خیال کرتا ہوں کہ کوئی شخص بلکہ خود بڑا بادشاہ[1] بھی اِس رات کو مقابل میں دوسرے دنوں اور راتوں کے عمدہ شمار کریگا۔ پس اگر موت اسی قسم کی ہی تو میں اُس کو بھی نفع ہی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ازلیت ایک ہی رات سے کچھہ بڑھکر نہیں ہی۔ اور پھر اگر موت اس مقام

---

[1] بڑا بادشاہ بادشاہ فارس اُس شخص کا اصل نمونہ تھا جس کے پاس تمام زمینی برکات موجود ہیں

سے دوسرے مقام کو سفر کرنا ہی (اور اگر عام مقولہ سچ ہی) کہ تمام وفات یافتہ لوگ اُس جگہ موجود ہیں۔ تو اَی منصفو! اِس سے بڑھکر عمدہ اور کونسی بات ہی؟ کیونکہ اگر کوئی شخص عالم ارواح تک سفر کرے تو اِن زبانی منصفوں کے قبضہ سے چھوٹ جائیگا اور اُن کو دیکھے گا جو فی الحقیقت منصف ہیں۔ اور جن کی بابت کہا جاتا ہی کہ وہاں عدالت کرتے ہیں۔ مثلاً مینوا[1] اور ہراڈامنتھس اور ایاکس اور ٹریپٹالیمس اور دیگر نیم خدا جو اپنی زندگی میں نیک رہ گئے ہیں۔ تو کیا یہہ سفر ایک ادنیٰ سی بات ہی؟ یا پھر تم میں سے کون شخص اورفیس اور موسائیس[2] اور ہیسیڈ اور ہومر کے ساتھ رہنا کیوں نہ پسند کریگا؟ اگر یہہ بات سچ ہی تو میں تو بار بار مرنا چاہتا ہوں۔ اور میرے لئے تو اُس جگہ (جب کبھی کہ موقع ملے) پالمیڈیس اور ٹیلامون کے بیٹے ایاکس اور دیگر قدما کے ساتھ جو بے انصافی سے قتل ہو گئے ہیں صحبت رکھنی تعجب کی بات ہوگی۔ اور جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں اپنی ہی تکلیفات کا اُن کی تکلیفات سے مقابلہ کرنا کچھ کم خوشی کی

---

[1] پہلے تین (زیوس کے بیٹوں) کا ذکر گورگیاس ۵۲۴ میں یوں آیا ہی کہ وہ مُردوں کے منصف ہیں اس جگہ مرقوم ہی کہ ہراڈامنتھس اُن کا انصاف کرتا ہی جو ایشیا سے آتے ہیں اور ایاکس اُن کا جو یورپ سے آتے ہیں جبکہ مینوس منصف کے طور پر عمل کرتا ہی۔ اِس افسانہ کو جو گورگیاس (۵۲۳) میں ہی اِس مقام کے ہمراہ پڑھنا چاہیے۔ بعض بیانات کے بموجب ٹریپٹالیمس شاہ الیوسس کا بیٹا تھا۔ اُسکا ذکر عموماً دیمیتر کی عبادت کے ساتھ ہوا ہی۔ ہومر کے اُس گیت میں جو اُس نے دمیتر کی شان میں لکھا ہی ٹریپٹالیمس زمین کا منصف قرار دیا گیا ہی۔ مگر بقول رڈل صاحب کے صرف یہی مقام ہی جس میں وہ مُردوں کا انصاف کرنیوالا بیان کیا گیا ہی۔ [2] اورفیس اور موسائیس یونان کے دو افسانوی شاعر رمداح تھے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ملک کے لئے مذہب اور تہذیب عامہ کے بارے میں بہت کچھ کارنمایاں ظاہر کئے ہیں +

بات نہ ہوگی۔ اور خصوصاً سب سے بڑھکر یہہ کہ جس طرح میں یہاں کے لوگوں کو آزمانا اور تحقیق کرتا رہا اُسی طرح وہاں کے باشندوں کو آزماؤنگا اور اُنکی تحقیق کرونگا کہ اُن میں سے کون دانا ہی اور کون ہی جو کہتا ہی کہ میں دانا ہوں مگر ہی نہیں۔ اور ای منصفو اکس طرح سے کوئی شخص اُن کو جنہوں نے ٹرائے پر فوج کشی کی یا اُڈوسے یا سیسیوفان یا اور بیشمار مردوں اور عورتوں کو جن کا کوئی نام لے سکے آزمانا تسلیم کریگا جن کے ساتھ اُس جگہ گفتگو کرنی اور جن کے ساتھ رہنا اور جن کو آزمانا لامحدود خوشی ہوگی؟ یقیناً وہاں کے باشندے اس کام کے سبب کسی کو ہرگز قتل نہ کرینگے۔ کیونکہ اُن اسباب کے علاوہ جن میں وہاں کے باشندے یہاں کے باشندوں کی بہ نسبت زیادہ تر خوش ہیں یہہ ایک سبب ہی کہ غیر فانی ہیں۔ اگر عام عقیدہ سچ ہو +

ای منصفو نیک آدمی کو خواہ وہ زندہ ہو خواہ مر جائے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا میں تم سے جو میرے دشمن ہو یہہ عرض کرتا ہوں کہ میرے بیٹوں کے ساتھہ ویسا ہی سلوک کرنا جیسا کہ میں نے تمہارے ساتھہ سلوک کیا ہی +

۴۳۔ اور ای منصفو لازم ہی کہ تم موت کی بابت با امید رہو اور اِس ایک ہی بات کو بخوبی یقین جانو کہ سچ ہی کہ نیک آدمی کو نہ تو اُس کی زندگی میں اور نہ موت کے بعد کوئی نقصان پہنچ سکتا ہی اور نہ اُس کے معاملات کی بابت الٰہوں کی طرف سے غفلت ہوتی ہی۔ اور جو کچھہ کہ مجھہ پر اب واقع ہوا سو اتفاق سے نہیں ہوا۔ مگر مجھہ پر یہہ روشن ہی کہ اب میرے لئے مر جانا اور تکالیف سے رہا ہو جانا بہتر ہی۔ اور اسی سبب سے اُس نشان نے مجھہ کو ہرگز نہ روکا اور میں بھی اپنے برخلاف رائے دینے والوں اور

اپنے دشمنوں سے زیادہ رنجیدہ نہیں ہوں۔اور یہہ بھی اس نیت سے نہیں ہی کہ اُنہوں نے مجھہ پر الزام لگایا اور میرے برخلاف رائے دی بلکہ اِسی لئے کہ وے مجھے نقصان پہنچاویں۔یہانتک تو وے ملزم ہیں۔تسپر بھی میں اُن سے یہہ عرض کرتا ہوں کہ ای دوستو! جب میرے لڑکے جوان ہوں اور اگر تم کو معلوم ہو کہ وے نیکی سے پہلے دولت یا کسی اور شئے کی فکر کرتے ہیں۔اور اگر یہہ معلوم ہو کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم کچھہ ہیں جبکہ نہیں ہیں تو تم اُن سے ویساہی سلوک کرنا جیسا کہ میں نے تم سے کیا اور اُنہیں ملامت کرنا جس طرح میں نے تم کو ملامت کی کیونکہ وہ اُن باتوں کی فکر نہیں کرتے جن کی فکر کرنی چاہیئے اور کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم کچھہ ہیں جبکہ وے کسی لائق نہیں ہیں۔اور اگر تم ایسا کروگے تو خود اور میرے بیٹے تم سے اپنا واجب پائینگے۔لیکن ابتو وقت آتا ہی کہ میں تو مرجاؤنگا مگر تم زندہ رہوگے۔لیکن آیا ان دونوں میں کونسی بات عمدہ ہی۔صرف خدا ہی جانتا ہی +

مشن پریس لودیانہ۔ایم۔وائلی مینجر
سنہ ۱۹۰۴ع

I have examined Licentiate, Paul Kewal Singh's Urdu translation of Plato's Apology, done from the original Greek, and I have found it a very good piece of work. It is a matter of thanksgiving that a book so well worth translation into Urdu has finally been translated. The meaning has rarely been missed, and the language is clear and idiomatic.

Ludhiana, (Sd.) H. D. Griswold
May 30th 1903

I have gone through the Urdu Translation of the Introduction to Plato's Apology done by Mr. P. Kewal Singh. It is a good translation & the language is clear & idiomatic.

27th Nov. 1903 (Sd.) — S. C. Ghose

نفس کلام و به معلوم [illegible] در [illegible] زمینه ما [illegible] شاه

[illegible] شده [illegible] در میان نفس کلام [illegible]

[illegible]

[illegible]